فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ

تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے خدا کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) خبرداری کرتی ہیں۔

خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر

یعنی بیانات در مجالسِ مستورات

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ و مجاز حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ (خلیفہ و مجاز حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی) مدیر دار العلوم محمدیہ بنگلور

مُرتب کردہ

ڈاکٹر امۃ المعیز المعروف فرزانہ افضل

سابق صدر معلمہ الحسنات الباقیات جانسٹھ

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور 247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خواتین کیلئے اصلاحی تقاریر
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی
مرتب	:	محترمہ ڈاکٹر امۃ المعیز المعروف فرزانہ افضل صاحبہ
کتابت و تزئین	:	مولانا عبید الرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
باہتمام	:	مولانا محمد طیب قاسمی
تعداد	:	تین ہزار (۳۰۰۰)
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	12
2	ارشادِ جمیل	13
3	التماس	14
4	**حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام**	16
	طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام	19
	اپنے والد محترم کو دعوت اسلام	19
	اہلیہ محترمہ کو دعوت اسلام	20
	قوم کو دعوت اسلام	21
	جام شہادت	22
5	**اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے مسائل**	24
	عورتوں کے متعلق اسلامی نظریہ	25
	مناسب جوڑا تلاش کریں	26

	آج مسلم لڑکیاں غیروں کی تعلیم سے متاثر	27
	عورت کے لئے جائے سکون گھر ہے	28
	شوہر کو ناراض کرنے کا وبال	29
6	**مسلم عورتوں میں تعلیمی ذوق**	30
	امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت میں انکی پھوپھی کا اہم کردار	32
	امام ربیعۃ الرائے	32
	آج کہاں ہیں ایسی مائیں	34
	ماں اور بہن کی کفالت	35
7	**حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی طالب علم کیلئے بہترین نمونہ**	36
	نام ونسب	37
	قبول اسلام	37
	روایت حدیث	37
	طالب علم میں مشقت برداشت کرنا	38
	عبادت اور ذکر الٰہی	39
	محبت رسول ﷺ	39
	آخرت کا خوف	40
	نازک وقت میں بھی ماں کا اتنا خیال	40
	غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک	42
	یادداشت	42
	معترضین کو خاموش کردیتے ہیں	43

	ہر مومن کو مجھ سے ضرور محبت ہوگی	43
	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دور نبوی میں فتویٰ دیا کرتے تھے	44
8	**حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کی تربیت کا انداز**	45
	ماں کا کردار اولاد کی تربیت میں اہم ہوتا ہے	48
	انسان کی سب سے بڑی ضرورت	49
9	**سونے اور چاندی کی زکوٰۃ**	51
	عورت کے زیور کی زکوٰۃ	52
	عورت کی مہر کی زکوٰۃ	54
	بینک میں رکھی ہوئی امانتوں اور پراوڈنٹ فنڈ کی زکوٰۃ	55
10	**علم وادب انسان کی زینت ہے**	57
	علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے	58
	عصری علوم کی ممانعت نہیں	58
	سرسید کا طلبہ سے خطاب	59
	مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ایمان	60
	اپنی بھی فکر ہو اور بچوں کی بھی	61
11	**ابوذر رضی اللہ عنہ سے چھ احادیث**	62
	تحیۃ المسجد	63
	نماز کی حیثیت	63
	سب سے افضل عمل	64
	کامل ایمان کون؟	64

	سب سے زیادہ محفوظ مومن	64
	نماز کا جزاء افضل	64
	فضائل ابوذر رضی اللہ عنہ	65
12	**اچھے اسکول کا انتخاب والدین کا فریضہ**	67
	دنیوی تعلیم بھی ضروری	69
	اہم اقدام	70
	والدین کی ذمہ داری	72
13	**طالبات یا طلباء کا مقام اور فضیلت**	75
	اسلاف میں دین کی طلب	78
	دور نبوت کا سب سے پہلا مدرسہ	78
	علم دین کی قدر ہمارے دلوں سے نکل گئی	81
14	**قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا**	82
	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ	83
	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت ودانائی	86
15	**خدارا بچوں کی صفت کو اپنائیں**	88
	آنسوؤں کی قیمت	89
	تواضع بیش قیمت سرمایہ ہے	90
	قناعت بھی بڑی نعمت ہے	91
	یہ دنیا مع اپنے سازوسامان کے فانی ہے	93
	کینہ انسان کو گھن کی طرح کھاتا ہے	93

	اتحاد واتفاق بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے	94
16	**عصری درسگاہ دین واخلاق سے خالی ہیں**	96
	دین وایمان کی حفاظت کیسے ہو؟	98
	عصری علوم کے ساتھ دینی علوم بھی ضروری	99
17	**قصہ قابیل وہابیل**	102
	سب سے پہلے خون کا سبب عورت ہی بنی	103
	کاش قتل پر شرمندگی ہوتی	105
	یہ واقعہ خیر وشر کا نمونہ	106
18	**انسان کی زندگی امانت ہے**	108
	ایفاء عہد واجب ہے	110
	امانت کی مختلف صورتیں ہیں	111
19	**مہمان نوازی**	115
	آپ ﷺ کی مہمان نوازی	116
	باپ کا اثر بیٹی میں	117
	حضرت سفانہ رضی اللہ عنہا دربار نبوی میں	117
	کلمات تشکر	118
	امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت	120
20	**کرسمس کیک کاٹنے کا جرم اسلام کی نظر میں**	121
	یہ دورخی اچھی نہیں	122
	غیروں کی عید میں شرکت صحیح نہیں	124

	آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی	125
21	**عالمی بگاڑ میں مسلمانوں کا کردار**	127
	مسلمانوں کے زوال کا اصل سبب دین سے دوری	128
	حقیقی مسلمان	130
	عہدہ کے لالچ میں احکام اسلام سے روگردانی	131
	ترقی اسلام کی اطاعت میں ہے	132
	اللہ کی مدد کہاں سے آئے؟	134
	پورے پورے مسلمان بنو	134
22	**عدل احسان اور صلہ رحمی**	136
	عدل وانصاف	138
	احسان	140
	صلہ رحمی	141
23	**صحبت کی برکت**	143
	صحبت کی بابرکت	144
	تھوڑی سی صحبت ہدایت کا ذریعہ	146
	اسلاف کی اتباع ہی میں	147
	علماء ربانیین کی صحبت اختیار کرو	147
	ایمان وتصدیق	148
	ایمان تو یہ ہے	149
	قرآن وحدیث کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے	150

	اطاعت وفرمانبرداری	151
24	**اخلاص عمل کی روح ہے**	154
	صحابہؓ کرام معزز ہستیاں ہیں	155
	کلام کب مؤثر ہوتا ہے؟	157
	نور فراست	159
	ریاکاری کا نتیجہ	159
25	**حسن سلوک کی فضیلت**	161
	راہگیروں اور ہم نشینوں سے حسن سلوک	163
	مسلمانوں پر دورِ انحطاط وزوال	164
	جانوروں کے ساتھ حسن سلوک	165
	نایاب مثال	166
26	**اعمال پر حسرت کا اجر**	168
	ایک لوہار کا واقعہ	169
	نیت پر بھی نیکی وبرائی مرتب ہوتی ہے	170
	گذشتہ امت کے ایک شخص کا واقعہ	171
27	**اسلام قیامت تک پرکشش رہے گا**	173
	ایک پرنسپل کا قبول اسلام	174
	اسلام ہی غالب رہے گا	176
28	**امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو**	178
	پوری خلافت اسلامیہ کے قاضی القضاۃ	180

	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تین جلیل القدر شاگرد	182
29	**مغربی معاشرہ ذہنی بیمار**	183
	حجاب کے تئیں مغرب کا رویہ	184
	پردے سے اس قدر دشمنی	185
	مغرب کے رویہ پر مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری	186
30	**محبت اور ایثار کا پیکر بنئے**	188
	ایثار وقربانی کی عظیم مثال	189
	تاریخ میں ایسے ایثار کی مثال نہیں ملتی	191
31	**رسول ﷺ کی پسند اور ہماری پسند**	194
	فیشن پرستی	195
	سنت نبوی ﷺ اور فیشن پرستی	196
	تارکِ سنت نبوی کبھی کامیاب نہیں ہوتا	196
	چار سمندر	197
	اصلاح باطن کا طریقہ	198
32	**اسلام مردہ زندگی میں حیات پیدا کرتا ہے**	200
	امت کی فکر	201
	مسلمانوں پر ظلم وستم	203
	اسلام کی تعلیمات ہر دور میں مسلّم	203
	اسلام کو اپنوں نے زیادہ نقصان پہونچایا	204

33	نوجواں صحابہ آج کے نوجوانوں کے کیلئے نمونہ عمل	206
	عرش کے سایہ میں کون ہوگا	208
	انسان کے اوپر تین دور گذرتا ہے	209
	اتباع سنت کا نام دین ہے	210
34	گھر کا سکون	211
	خوشیاں کیسے حاصل ہوں؟	212
	خاوند کی نافرمان رب کی نافرمان	212
	گھر کی بربادی	213
	میاں بیوی کیسے رہیں؟	214
	گیارہ عورتیں	215
	خوشگوار زندگی کیلئے ایک عمدہ اصول	215

بحمد اللہ تعالیٰ ''خواتین کیلئے اصلاحی تقاریر'' کا

انتساب

ان مہربان کے نام جن کی آغوش ہم تمام بہنوں اور بھائیوں کے لئے پناہ گاہ رہی۔ جن کی آغوش میں بے پناہ سکون وآرام حاصل ہوتا۔ جن کی آغوشِ شفقت میں والد بزرگوار حبیب الامت عمت فیوضہم نے تربیت پائی۔

میری مراد ہے دادی اماں جان محترمہ اصغری بیگم صاحبہ جو ۱۵؍جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعہ کو اس دار فانی سے رخصت ہوگئیں اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

دادی اماں جان کی ادنیٰ پوتی

ڈاکٹر امۃ المعیز فرزانہ افضل

سیما منزل بنگلور ۳۹

۷؍مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعہ

ارشادِ جمیل

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ . اَمَّا بَعۡدُ

علمی دنیا سے متعلق طلباء وطالبات اور معزز معلمات کیلئے نہایت خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ حبیب الامت کے بیانات یعنی ''خواتین کیلئے اصلاحی تقاریر'' کا مجموعہ چھپ کر تیار ہوگیا ہے۔اس مجموعہ کوترتیب دینے والی حضرتِ والا کی صاحبزادی محترمہ ڈاکٹر امۃ المعز صاحبہ ہیں جوایک ادیبہ ہیں اور شستہ وشگفتہ مضامین ان کی پہچان ہیں۔ وہ ایک اچھی نقّاد بھی ہیں اور مضمون نگار بھی۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی اصلاحی تقاریر کوترتیب دے کر یقیناً ایک بڑا علمی کام کیا ہے۔ میں اصلاحی تقاریر کی اشاعت پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اس مجموعہ کو قبولیت عطا فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین!

خاکپائے آستانہ حبیب الامت

(مفتی) ارشد جمیل رشیدی

صدرالمدرسین دارالعلوم محمدیہ بنگلور

۸/ مارچ ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ

التماس

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ . اَمَّا بَعۡدُ

میں نے جب سے ہوش سنبھالا اور کچھ اچھے برے کی سوج بوجھ ہوئی تو ایک ہی بات میرے ذہن میں بار بار آئی اور آتی رہی کہ والد بزرگوار ہماری اصلاح اور تعلیم وتربیت کو ہر چیز پر مقدم رکھتے ہیں؟ کبھی کبھی عجیب سا بھی لگتا کہ باہر کی دنیا میں عورتیں کس طرح بے حجاب پھرتی ہیں؟ لیکن ہم تمام بہنوں کی تعلیم وتربیت حجاب کے ساتھ اور حلال وحرام کی تمیز رکھتے ہوئے اس طرح ہوئی کہ ہمیں پتہ بھی نہ چلا اور ہم جوانی کی دہلیز پر پہونچ گئیں، شادی ہوگئی تب احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کس قدر کرم اور فضل فرمایا ہے کہ ایسے عظیم المرتبت والدین عطا فرمائے جنہوں نے ایک نازک ہیرے کی طرح ہم کو تراشا اور تربیت و پرورش کی۔

آج ہم جو بھی ہیں جیسے بھی ہیں اس میں والدہ صاحبہ کا وافر حصہ ہے، ان کی روک ٹوک اور ان کی سختی اور نرمی نے ہماری زندگیوں کو نکھار دیا ہے، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم لوگ بھی ہمہ وقت امت کی بیٹیوں کی اصلاح وتربیت کی فکر میں مبتلا ہیں، اسی کڑھن اور فکر کو لے کر قبلہ والد بزرگوار حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کی وہ تقاریر اور

بیانات جو عورتوں کی مجالس میں وقتاً فوقتاً ہوئے جمع کر لئے اور جب وہ ضخیم ہو گئے تو اس نیت سے کہ شاید میرے رب العزت کو یہ تحفہ پسند آ جائے اور ذخیرۂ آخرت بن جائے، لے کر حاضر ہوگئی ہوں، والد بزرگوار نے ان کو شائع کرنے کی اجازت عطا فرمادی، اللہ تعالیٰ ان تقاریر کو قبولیت عطا فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آمین!

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ میری یہ ایک طالب علمانہ کاوش ہے اس میں کوئی سہو نظر آئے تو خدارا اصلاح فرمادیں! جزاک اللہ خیراً فی الدارین۔

میں اپنے برادرِ صغیر جناب مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی زید قدرہٗ کی ممنون ہوں جنہوں نے ''خواتین کیلئے اصلاحی تقاریر'' کے اس مجموعہ میں میرا ہاتھ بٹایا، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو خواتین کیلئے اور خصوصاً طالبات کیلئے خوب خوب نفع بخش بنائے، آمین یارب العالمین!

والسلام

خاکسار بندی والدین کی مرہون منت

امۃ المعیز عرف فرزانہ افضل

سیما منزل بنگلور ۳۹ کرناٹک

۲؍فروری ۲۰۱۳ء

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ بروز ہفتہ

حضرت طفیل بن عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مَحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

صدر جلسہ معزز خواتین پیاری معلمات! آج کی اس بابرکت مجلس میں صحابی رسول حضرت طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا تذکرہ کرنا ہے۔

حضرت طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ بنی دوس کے ایسے محبوب سردار تھے کہ تمام لوگ ان کی بات سنتے اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے۔ وہ ایک دن کسی ضرورت سے مکہ مکرمہ آئے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو سرداران قریش نے انہیں دیکھا اور ان کے گرد جمع ہوگئے۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ میں قبیلہ بنی دوس کا سردار طفیل بن عمرو ہوں۔ قریش نے آپس میں ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھا اور وہ اس بات سے ڈرنے لگے کہ طفیل بن عمرو کو نبی نے دیکھ لیا تو وہ اسے اسلام کی دعوت دیں گے اور تبلیغ کریں گے۔ اگر یہ سردار ایمان لے آیا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا تو اس کی بدولت اسلام قوت اختیار کر جائے گا۔ وہ سب ان کے چاروں طرف اکٹھے ہوگئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''یہاں مکہ میں ایک ایسا آدمی ہے جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے تم اس کے پاس بیٹھنے اور اس کی کوئی بات سننے سے بچ کر رہنا۔ وہ جادوگر ہے۔ اگر تم نے اس کی کوئی بات سن لی تو سمجھ لیں کہ وہ تمہاری عقل کو لے ڈوبے گا۔'' ان میں سے ایک دوسرا سردار گویا ہوا، اس نے بھی پہلے جیسی ہی باتیں کیں اور تیسرے نے ان دونوں سے بھی کچھ زیادہ باتیں کیں اور ان سب نے نبی کریم ﷺ کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! وہ مجھے نبی ﷺ سے ڈراتے رہے یہاں تک ڈرایا کہ میں نے اپنے دل میں یہ عہد کرلیا کہ آپ ﷺ کی کوئی بات ہرگز نہیں سنوں گا۔ نہ ہی آپ ﷺ سے بات کروں گا بلکہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ محمد ﷺ کے پاس سے گزرتے ہوئے غیر ارادی طور پر بھی آپ ﷺ کی کسی بات کا کوئی لفظ میرے کانوں میں داخل نہ ہونے پائے۔ صبح میں مسجد حرام کی طرف گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ شریف کے پاس کھڑے

نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہی کھڑا ہوگیا۔ میرے لاکھ نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی پاک ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے کلام کے بعض کلمات سنا دیئے۔ یہ میں نے بہت ہی پیارا کلام سنا تھا۔ اب میں نے دل ہی دل میں کہا: ''میری ماں مجھے گم پائے! اللہ کی قسم! میں ایک صاحب عقل ودانش اور بابصیرت شخص ہوں، میں اچھے برے میں تمیز کرنا جانتا ہوں، میری راہ میں کون سی رکاوٹ اور امر مانع ہے کہ میں اس شخص کی بات سنوں؟ اگر اسکی بات اچھی ہوئی تو میں قبول کرلوں گا اور اگر وہ قبیح وبری ہوگی تو اسے ترک کردوں گا۔ میں وہیں رک گیا حتی کہ آقائے نامدار ﷺ اٹھ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے گھر تک آپ ﷺ کا تعاقب کیا حتیٰ کہ جب محمد عربی ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے گئے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے داخل ہوگیا۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہوکر عرض کیا: ''اے محمد ﷺ آپ ﷺ کی قوم نے مجھے آپ ﷺ کے بارے میں یہ یہ باتیں کہی ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ مسلسل مجھے آپ ﷺ سے ڈراتے رہے حتی کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ میں آپ ﷺ کی کوئی بات نہ سن پاؤں جب کہ میں نے آپ سے بڑی پیاری پیاری کچھ باتیں سن لی ہیں۔ اب آپ ﷺ میرے سامنے کھل کر اپنی بات پیش کریں۔ یہ بات سن کر نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک کھل اٹھا، آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور خوشی میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن کریم کی کچھ آیتیں تلاوت کرکے سنائیں۔

اللہ جس کے دل میں ایمان کی شمع روشن کردے اسے کون بجھا سکتا ہے قرآن کریم کی تلاوت سن کر تو بڑے بڑے کافر وبت پرست بلکہ ائمۃ الکفر بھی دم بخود رہ جاتے تھے۔ ایمان کا چسکا جس کو لگ جائے اور اس کی محبت جس دل میں سما جائے تو دنیا کی کوئی چیز بھی اس کو زیر نہیں کرسکتی اس ایمان کی خاطر وہ ہر ایک سے الگ ہوسکتا

ہے۔ پوری قوم کی دشمنی مول لے سکتا ہے مگر ایمان کی حقیقت جو اس کے دل میں اتر گئی وہ کبھی بھی زائل نہیں ہوسکتی۔ قرآن کریم کی تلاوت وہ بھی نبی کی زبانی کس قدر موثر ہوگی اور دلوں پر کتنا اثر ڈالتی ہوگی جب متعصب کافر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ تو صاحب بصیرت تھے وہ قرآن کریم کے سحر سے کیوں نہ متاثر ہوتے؟

طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام

جی ہاں! حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اسی جگہ مشرف بہ اسلام ہوگئے وہ نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگے: ’’اے اللہ کے نبی اکرم ﷺ میں اپنی قوم کا مطاع ومقتدا ہوں میرے لئے دعا فرمائیں پھر وہ قوم کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان کے دل میں دین اسلام کی نشر واشاعت کا جذبہ موجزن تھا۔ وہ راستے میں آنے والے پہاڑوں کو سر کرتے ہوئے سامنے آنے والی وادیوں کو پار کرتے گئے یہاں تک کہ وہ اپنی قوم اور قبیلہ کے درمیان پہنچ گئے۔

اپنے والد محترم کو دعوت اسلام

جب وہ اپنی حویلی میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے ان کے پاس ان کے والد آئے۔ وہ عمر رسیدہ بوڑھے تھے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھتے ہی کہا: ’’ابا جان! اب میرا اور آپ کا راستہ الگ الگ ہے۔ میں آپ کا کچھ نہیں لگتا اور آپ میرے کچھ نہیں ہیں‘‘۔ والد نے کہا: بیٹا یہ سب کس لئے ہے؟ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ میں نے حضرت محمد ﷺ کے دین کی اتباع وپیروی شروع کردی ہے‘‘۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے والد نے بلا حیل وحجت کہا: ’’بیٹا میرا دین بھی وہی ہے جو تیرا دین ہے‘‘ یہ سن کر طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہی بات ہے تو آپ پہلے غسل کریں اور دھلا ہوا پاک لباس پہن کر آئیں تاکہ میں آپ کو وہ تعلیمات سکھلاؤں جو میں سیکھ کر آیا ہوں۔ ان کے والد گرامی نے غسل کیا اور پاکیزہ لباس پہن کر تشریف لائے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اب انہیں کلمہ طیبہ پڑھایا اور اس طرح ان کے والد بھی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

اہلیہ محترمہ کو دعوت اسلام

پھر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے وہاں ان کی بیوی ان کے پاس آئیں تو ان سے بھی طفیل رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا کہ مجھ سے دور ہٹ کر رہو، آج سے میری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہیں۔ نہ میں تم کو کچھ لگتا ہوں اور نہ ہی تم میری کچھ لگتی ہو۔ بیوی نے عرض کیا: ’’میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں، آخر وجہ کیا ہے؟‘‘

انہوں نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان اسلام نے تفریق وعلیحدگی کردی ہے میں نے حضرت محمد ﷺ کا دین اختیار کرلیا ہے۔ اہلیہ نے کہا: ’’میرا دین تو وہی ہے جو آپ نے قبول کیا ہے‘‘۔ یہ بات سن کر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جاؤ غسل وطہارت کرو اور اس کے بعد میرے پاس واپس آؤ، وہ اسی وقت اٹھیں اور وہاں سے باہر نکل آئیں۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی بیوی کا ایک بت تھا جس کا نام ’’ذوالشریٰ‘‘ تھا وہ اس کی تعظیم کیا کرتی تھی اور سمجھتی تھی کہ جس نے اس کی عبادت وپوجا ترک کردی تو اسے یہ بت سزا دیتا ہے۔ وہ ڈر گئی کہ اگر وہ مسلمان ہوگئی تو یہ صنم کہیں انہیں اور ان کے بچوں کو ضرر ونقصان نہ پہنچائے، چنانچہ وہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی طرف واپس لوٹ

آئیں اور کہنے لگیں: ''آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اپنے بچوں سے متعلق ذوالشریٰ سے ڈر نہیں لگتا؟''۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم جاؤ اس بات کی میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ ذوالشریٰ ہمارے بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس بات سے انہیں اطمینان ہوا غسل کیا اور اپنے شوہر کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ اسلام لے آئیں۔

کتنی فکر تھی صحابہ کرام کو اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کی کہ اسلام قبول کرتے ہی دوسروں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی اور سب سے پہلے اپنے گھر ہی سے دعوت اسلام کا آغاز کیا حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی دانشمندی سے باپ اور بیوی نے اسلام قبول کر لیا۔

قوم کو دعوت اسلام

اب حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے ایک ایک گھر گھر جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت پیش کی۔ روزانہ ان کی مجلسوں اور بیٹھکوں میں جا نکلتے اور راستوں میں ان سے ملتے لیکن قوم اور قبیلہ نے اسلام لانے اور ذوالشریٰ کی پوجا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہونچ کر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے قبیلہ بنی دوس نے میرے حکم کی نافرمانی کی اور میری بات سننے سے انکار کر دیا ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ان کیلئے بددعا فرما دیں''۔ یہ سن کر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سمجھے کہ آپ ﷺ بددعاء فرما رہے ہیں وہ دل ہی دل

میں خیال کرنے لگے: اب تو یقیناً بنی دوس ہلاک ہو جائیں گے'' لیکن شفیق کائنات اور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا، اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا'' اے اللہ! بنی دوس کو ہدایت عطا فرما، اے اللہ! بنی دوس کو ہدایت عطا فرما''۔ پھر آپ ﷺ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں حکم دیا: ''اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں اسلام کی دعوت دو لیکن دعوت و تبلیغ کا یہ کام بڑے پیار و نرمی سے ہونا چاہئے''۔

وہ اپنے قبیلے میں طرف لوٹ آئے۔ انہیں لگاتار دعوت اسلام دیتے رہے یہاں تک کہ سارے قبیلہ والے مسلمان ہو گئے۔ تبلیغ دین کے لئے ایک اہم اصول ہے نرمی و ملائمت، لوگوں کے قلوب کو نرمی سے متاثر کیا جا سکتا ہے اور جو فائدہ نرم گفتاری سے ہو سکتا ہے وہ درست کلامی سے کبھی نہیں ہو سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نرمی سے لوگوں کو دعوت دینی شروع کی تو سبھی نے اسلام قبول کر لیا۔

جامِ شہادت

گردشِ ایام جاری تھے، کتنے ہی شب و روز گزر گئے۔ نبی اکرم ﷺ اس جہانِ فانی سے حیات جاویدانی کی طرف رحلت فرما گئے لیکن حضرت طفیل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سانحہ ارتحال کے بعد بھی دین اسلام پر ڈٹے رہے حتی کہ معرکۂ یمامہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

خلافت المسلمین جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی تو مختلف قبائل نے سر ابھارے کسی نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، کسی نے ارتداد کو اختیار کر لیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کی اور اس بڑے نازک موڑ پر امت مسلمہ کی صحیح

رہنمائی فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ ہی میں بعضوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ایک اسود عنسی جو آپ ﷺ کے زمانہ ہی میں مارا گیا اور دوسرے مسیلمہ کذاب یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دارالخلافت میں واصل جہنم ہوا، مسیلمہ کذاب سے مسلمانوں نے جو جنگ لڑی تھی اسی کا نام جنگ یمامہ ہے اسی جنگ میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے شرکت کی اور دشمنان اسلام سے مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کی سربلندی واعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جان دے کر شہادت کے مرتبہ عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ہم سب کو صحابہ وصحابیات کی سیرتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

☆☆☆

اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے مسائل

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَن لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

محترمہ صدر معلّمہ صاحبہ خواتین اسلام اور میری ماؤں اور بہنو!

اسلامی اصولوں کو توڑنے اور ان کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے آئے دن نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں اسلام نے مرد اور عورت کی الگ الگ ذمہ داریاں رکھی ہیں انہیں ذمہ داریوں کو قبول کر کے ہی چین وسکون کی زندگی گذاری جاسکتی ہے جب مرد نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا اور عورت اپنے دائرۂ حدود سے تجاوز کر کے معاشی استحکام کی خاطر روپیہ پیسہ کمانے کی فکر میں لگ گئی اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے لگی تو سینکڑوں مسائل اور گھریلو پریشانیاں آنے لگیں۔

عورتوں کے متعلق اسلامی نظریہ

اگر ہم مذاہب عالم کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ سوائے اسلام کے دنیا کے ہر مذہب میں عورت کو لونڈی بلکہ پاؤں کی جوتی بنا کر رکھا گیا ہے، قزاقستان میں تو یہ مثل مشہور ہے کہ دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے، اطالویوں میں کہا جاتا ہے کہ عورت اچھی ہو یا بری، اسے مارنے کی ضرورت ہے، اسی طرح سے ہسپانوی زبان میں ایک محاورہ کچھ اس طرح کا ہے کہ ”بری عورت سے بچنا چاہئے مگر اچھی عورت پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے“ یہاں تک کہ مہاتما شری گوتم بدھ کی روایت ہے کہ عورت ایک فریب ہے، دھوکہ ہے، اگر تم اپنی روح کی تسکین چاہتے ہو تو عورت سے دور بھاگو، اسی عورت کو اسلام نے اندھیروں اور گہرائیوں سے نکال کر عروج تک پہونچایا اور اس کو زندہ جلائے جانے سے بھی بچایا، رسول مقبول ﷺ کا قول ہے کہ ”عورتوں سے حسن سلوک کیا جائے ، بلکہ اسلام کہ تو یہ کی تعلیم ہے کہ اگر انسان اپنے نفس کی پاکیزگی چاہتا ہے تو شادی کرے، اہل اسلام کا یہ نظریہ بھی ہے دلہن کا گھر آنا گویا اللہ کی رحمت کا آنا ہے، اسلام میں یہ بھی روایت ہے کہ جس کو اچھی عورت مل جائے تو اس کو آسمان کے نیچے ایمان کے بعد خدا کی سب سے بڑی نعمت مل گئی، مگر ان تمام باتوں کے باوجود آج معاشرہ میں عورت اسلامی اقدار کے ساتھ اپنی زندگی نہیں گذار رہی ہے۔ حالانکہ یہ اسلام ہی تھا کہ جس نے عورتوں کا بھیڑ بکریوں کی طرح بازاروں میں بیچا جانا ختم کیا، اس کو زندہ درگور کرنے سے محفوظ کیا اور حیوانی خواہشات کا کھلونا بننے سے بھی بچایا۔

آج کے اس بناوٹی ترقیاتی دور میں کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ لڑکی ایم فل کر رہی ہے اور پی ایچ ڈی کرنا چاہتی ہے مگر گھر کے حالات اسے اس بات کی اجازت نہیں

دیتے، بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ لڑکی بڑی بڑی ڈگریاں لے کر جب گھر پر بیٹھتی ہے تو اس کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اس کے پاؤں زنجیروں میں جکڑے ہیں اور اس کا شوہر اس کی تعلیمی لیاقت کی قدر نہیں کر رہا ہے۔ لہٰذا وہ اندرونی طور پر ملازمت حاصل کرنے کے لئے لوگوں سے رابطہ قائم کرتی ہے، افسران اسے ملازمت دینے کا وعدہ بھی کر لیتے ہیں مگر جب اس کے شوہر یا سسرال والوں کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو لڑائی ہوتی ہے اور گھر کا ماحول خراب ہونے لگتا ہے، ایسی صورت حال میں لڑکی کو وہی کرنا چاہئے جو گھر کا ماحول ہو۔

اگر شوہر اور سسرال والے ملازمت کو پسند نہیں کر رہے ہیں اور لڑکی زبردستی ملازمت کرنا چاہتی ہے تو اس سے سوائے اختلاف وانتشار اور طلاق وجدائی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کوئی بھی باغیرت شوہر یہ بات ہرگز پسند نہیں کرسکتا ہے کہ میری بیوی ایسی جگہ جا کر ملازت کرے جہاں غیروں کی ہوس ناک نگاہیں پڑیں۔ آج کل ایسا ہی ہو رہا ہے۔ مرد و عورت ایک جگہ ملازمت کر رہے ہوتے ہیں شوہر غیر عورتوں کے ساتھ ملازمت کرتا ہے اور اس کی بیوی غیر مردوں کے ساتھ ملازمت کرتی ہے ظاہر ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔

مناسب جوڑا تلاش کریں

عام طور سے ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ کم پڑھے لکھے لڑکے اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی سے شادی ہوجانے کے بعد اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں اور پھر احساس کمتری انہیں عورت سے نفرت کرنا سکھا دیتا ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ کئی تجارت پیشہ لوگ ایسے بھی ہیں جو دولت حاصل کرنے میں دن رات ایک کر دیتے ہیں، لیکن تعلیم یافتہ بیوی کی موجودگی میں دولت کے باوجود انہیں علم سے محرومی کا احساس ہوتا ہے، کسی

تقریب میں بیوی تو بڑی روانی کے ساتھ انگریزی میں باتیں کرتی ہے اور بے چارہ شوہر ہندی یا اردو کو غیر تہذیب زبان سمجھ کر خاموشی اختیار کئے رہتا ہے، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ والدین نے کسی مجبوری کے تحت انہیں کم تعلیم یافتہ لڑکے سے بیاہ دیا ہے، یہ رشتہ ان کے برابر کا نہیں ہے اور اگر وہ اس کو نبھا رہی ہے تو وہ گویا اپنے شوہر پر احسان کر رہی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ مناسب رشتہ تلاش کیا جائے تا کہ تعلقات استوار رہیں جب لڑکی زیادہ پڑھی لکھی ہوگی تو اس کو اپنے علم پر ناز ہوگا اور شوہر کو حقیر و کمتر سمجھے گی بالآخر تعلقات خراب ہوں گے اور شوہر احساس کمتری کا شکار ہو کر لڑکی کو طلاق دے دے۔

آج مسلم لڑکیاں غیروں کی تعلیم سے متاثر

آج مسلم خواتین میں بھی وہی برائیاں آتی جا رہی ہیں جو وہ گھر سے باہر دیگر مذاہب کی عورتوں میں دیکھتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ جس طرح کے پیچیدہ مسائل دیگر مذاہب کے لوگوں میں ہیں اب وہی مسائل مسلم گھرانوں میں بھی پیش آرہے ہیں، موجودہ دور میں لڑکیاں لڑکوں کے مقابلہ بہتر و برتر تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ ڈگری چاہے جو بھی ہو اس کا حاصل کرنا ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے، آج بی اے، ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور یہاں تک کہ ڈی لٹ تک کی ڈگریاں بہت سی مسلم خواتین بھی حاصل کر رہی ہیں، لڑکیوں کا تعلیم حاصل کرنا بہت اچھی بات ہے، مگر اس کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جو روشن نہیں انتہائی تاریک ہے۔

ایسی تعلیم سے کیا فائدہ جس کا نتیجہ میاں بیوی میں اختلاف و انتشار کا باعث بنے۔ خوشگوار زندگی نہ گذر سکے اور شادی بیاہ کا جو اصل مقصد ہے وہی فوت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْهَا

وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً“ (سورۃ الروم. ۲۱)۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، یہ محبت و ہمدردی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ بیوی ملازمت کرنے کے بجائے گھر کی چہار دیواری کے اندر رہے۔

عورت کے لئے جائے سکون گھر ہے

اکثر ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جب اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کے لئے آٹھویں جماعت میں کامیاب لڑکے کا رشتہ آتا ہے تو محض اس لئے قبول کر لیا جاتا ہے کہ لڑکے کا کاروبار بہت اچھا ہے۔ اور اس کی آمدنی ماہانہ ہزاروں میں ہے، رشتے طے کرتے وقت مثبت پہلو ہی دیکھا جاتا ہے، اس کے منفی پہلو پر نظر نہیں ہوتی، بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ چھوٹا موٹا کاروبار کرنے والا آٹھویں جماعت پاس لڑکا جب کسی پی ایچ ڈی کی ہوئی لڑکی سے شادی کر لیتا ہے تو کچھ دن تو اس کا کام چلتا ہے اس کے بعد لڑکی کی بے جا فرمائشوں سے کام پر فرق پڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ ایک دن ختم ہو جاتا ہے، ملازمت کا سوال ہی نہیں ہوتا کیونکہ کم پڑھے لکھے لڑکوں کو نوکری نہیں ملتی، ایسی صورت میں لڑکی کے والدین سوچتے ہیں کہ اگر لڑکا تعلیم یافتہ ہوتا تو کہیں نہ کہیں نوکری مل ہی جاتی اور روزی کا بندوبست ہو جاتا۔

مسلم لڑکیوں کو چاہئے کہ شریعت کی حدود میں رہیں اور اسلامی قوانین پر عمل کریں۔ اپنے شوہر کی خدمت اور بچوں کی صحیح پرورش کریں، جو عورتیں اپنے شوہروں کو ناراض رکھتی ہیں حدیث میں آتا کہ ایسی عورتیں بڑی بدنصیب ہوتی ہیں۔

شوہر کو ناراض کرنے کا وبال

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کو ناراض کر کے رات گذارے تو فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں ایک اور موقع پر اللہ کے رسول علیہ السلام نے شوہر کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس لئے کہ شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمادیا۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ مغرب کی آوارہ تہذیب اور گندی تعلیم نے مساوات کا نعرہ لگا کر عورتوں کو اپنی جنسی خواہش کا سامان بنالیا اور اچھے خاصے پڑھے لکھے اور دیندار کہے جانے والے لوگ بھی ان کے اس جھانسے میں آگئے اور انہیں اس کی خرابی پر نظر نہیں آئی اپنی لڑکیوں کو ایسے کالجوں میں پڑھنے کے لئے بھیج دیا جہاں مخلوط تعلیم ہی نہیں ہوتی بلکہ بڑا گندہ ماحول ہوتا ہے اب ایسے ماحول میں تعلیم و تربیت پانے والی لڑکیاں کیا شوہروں کی فرمانبردار ہوسکتی ہیں؟ کیا ماں باپ کی اطاعت شعاری کرسکتی ہیں؟ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ لڑکیوں کو دینی تعلیم سکھائیں تاکہ دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیابی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلم عورتوں کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

مسلم عورتوں میں تعلیمی ذوق

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترم معلمات صاحبہ اور عزیز طالبات!

ہر دور میں علم کے ذریعہ ہی عروج حاصل کیا گیا اور آج بھی علم ہی کے ذریعہ انسان ترقی کرسکتا ہے تاریخ کے ہر دور میں صنف نازک نے مردوں کی طرح علمی خدمات انجام دی ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے بڑے بڑے علماء نے عورتوں سے علم حاصل بھی کیا ہے۔

امام حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ مورخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا تھا، ان میں اسّی سے زیادہ عورتیں تھیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''توالی التاسیس'' میں اپنے شیوخ میں متعدد جگہ خواتین کے نام تحریر کیے ہیں۔

حفید ابن زہرا شبیلیہ کے مشہور طبیب کی بہن اور بھانجی طب اور معالجات کی عالمہ تھیں اور امراض خواتین کے معالجے میں بالخصوص ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ خلیفہ منصور (فرماں روائے اندلس) کے محلات کا علاج ان کے سپرد تھا۔ اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے عموماً گھر کی بڑی بوڑھیاں عورتوں اور بچوں کے علاج کرلیا کرتی ہیں، ایسی ہی ابن زہر کی بہن اور بھانجی بھی ہوں گی۔

مؤرخ ابن ابی اصیبعہ جو علاوہ علامۂ وقت ہونے کے اعلیٰ درجہ کے طبیب بھی تھے، اپنی تاریخ میں ان کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ ''وَكَانَتْ أُخْتُهُ وَابْنَتُهَا هٰذِهِ عَالِمَتَيْنِ بِصَنَاعَةِ الطِّبِّ وَالْمُدَاوَاةِ وَلَهُمَا خِبْرَةٌ جَيِّدَةٌ بِمَا يَتَعَلَّقُ بِمُدَاوَاةِ النِّسَاءِ'' یعنی اس کی (ابن زہر کی) بہن اور بھانجی فن طب و معالجات کی عالمہ تھیں اور مستورات کے علاج میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔

امام یزید بن ہارون کو آخر عمر میں ضعفِ بصارت نے کتاب بینی سے معذور کردیا تھا، ان کی خادمہ اس مصیبت میں ان کے کام آتی اور وقت ضرورت کتابیں دیکھ کر ان کے لئے حدیثیں یاد کرلیتی۔

ابن سماک کوفی نے (جو اپنے عہد میں مشہور عالم تھے) ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی خادمہ سے پوچھا کہ میرا طرز بیان کیسا ہے؟ سخن شناس خادمہ نے کہا کہ تقریر تو اچھی ہے لیکن نقص یہ ہے کہ آپ ایک بات کو بار بار کہتے ہو۔ ابن سماک نے کہا ''میں اعادۂ کلام اسلئے کرتا ہوں کہ جو مخاطب اول مرتبہ نہ سمجھے ہوں وہ بھی سمجھ جائیں، خادمہ نے جواب دیا، جب تک کم فہم سمجھیں گے، سمجھنے والے مکدر ہو چکے ہوں گے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ
کی تعلیم وتربیت میں ان کی پھوپھی کا اہم کردار

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے والد تین برس کا چھوڑ کر رحلت کر گئے تھے۔ باپ کے بعد یتیم بچے کی پرورش کی کفیل پھوپھی ہوئیں، ابن جوزی کی بہت چھوٹی عمر تھی کہ ان کی پھوپھی ان کو علماء کے حلقۂ درس میں لے جاتیں تاکہ بچپن ہی سے ان کے کان علمی باتوں سے آشنا ہو جائیں، اس حفظ اوقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن جوزی دس برس کی عمر میں وعظ فرمانے لگے اور آگے چل کر دنیائے علم ایک جلیل القدر امام ہوئے۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کو جو اتنا بڑا اور معزز مقام و مرتبہ حاصل ہوا وہ علم ہی کے ذریعہ ہوا اور آپ میں تعلیمی ذوق پیدا کرنے کے لئے آپ کی پھوپھی نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ ہمارے زمانہ کی خواتین کو بھی بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

امام ربیعۃ الرائے

امام ربیعۃ الرائے استاد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وخواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والد فروخ خلافت بنی امیہ کے عہد میں لشکر میں ملازم تھے۔ جس زمانے میں امام ممدوح اپنی والدہ کے بطن میں تھے۔ اس وقت خراسان کو ایک لشکر خلیفۂ دمشق کی جانب سے روانہ کیا گیا جس کی کمان فروخ کے سپرد کی گئی۔ وہ دور اسلامی فتوحات کا دور تھا اور مسلمان فرماں رواں بروبحر کو اسلامی پرچم کے نیچے لانے کا تہیہ کر رہے تھے۔ فروخ کو خراسانی مہم میں ستائیس برس لگ گئے۔ جب وہ لوٹے تو جس بچے کو ماں کے

پیٹ میں چھوڑ گئے تھے، وہ بڑا ہو کر امام وقت بن چکا تھا۔قصہ مختصر فروخ لوٹ کر اپنے وطن مدینہ منورہ آگئے اور گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے گھر پہنچے اور دروازہ کو نیزے کی انی سے کھٹکھٹایا۔ربیعہ نے جو کھٹکا سنا تو دروازہ کھولا اور باہر آئے۔اگرچہ باپ نے بیٹے کو نہیں پہچانا مگر گھر ان کا تھا۔دروازہ کھلنے پر بے تکلف اندر جانے لگے۔ربیعہ کو یہ دیکھ کر وحشت ہوئی اور للکار کر کہا کہ یا عدو اللہ! تو میرے مکان میں کس کی اجازت سے گھسا جا رہا ہے؟ سپاہی منش فروخ کو جن کی رگوں میں فتح کا جوش تازہ تھا یہ سن کر طیش آ گیا اور کہا تو خود خدا کا دشمن میری حرم سرا میں تیرا کیا کام؟ غرض بات بڑھی اور پڑوسی جمع ہو گئے۔امام مالک بھی یہ معاملہ دیکھ کر تشریف لے آئے اور مصلحانہ لہجے میں فروخ سے کہا کہ بڑے میاں! آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو دوسرا مکان موجود ہے۔امام صاحب کی نرمی نے فروخ کے دل پر اثر کیا اور کہا کہ جناب میرا نام فروخ ہے۔اور یہ مکان میرا ہے۔ربیعہ کی والدہ نے نام سن کر پہچانا اور کہا یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں۔اب باپ بیٹے گلے مل کر خوب روئے۔دلوں کی حرارت جب رونے سے کم ہوئی تو وہ گھر میں آئے اور اندر آ کر پھر جوش محبت میں صاف دل باپ نے بی بی سے پوچھا کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں، فروخ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو ان کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں جو چلتے وقت بی بی کو دے گئے تھے اور ان کی نسبت استفسار کیا۔زیرک بی بی نے کہا کہ گھبرائے نہیں حفاظت سے رکھی ہیں۔

ربیعۃ الرائے اس عرصہ میں مسجد نبوی ﷺ میں جا کر اپنے حلقہ درس میں متمکن ہوئے، جس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اعیان شامل تھے۔تلامذہ کا یہ ہجوم تھا کہ چاروں طرف سے شیخ کو گھیرے ہوئے تھے، فروخ نماز پڑھنے مسجد میں گئے تو وہاں یہ عالم دیکھا اور دیر تک شوق سے اس مجمع کو دیکھتے

رہے۔ربیعہ اس وقت سر جھکائے ہوئے تھے اور سر پر اونچی ٹوپی تھی اس لئے باپ بیٹے کو پہچان نہ سکے اور انہوں نے متعجب ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہے؟ سامعین نے جواب دیا ربیعہ بن ابو عبدالرحمٰن۔فروخ کے اس وقت مسرت کا اندازہ سوائے عالم الغیب کے کون کر سکتا ہے۔فرطِ مسرت میں ان کی زبان سے بے اختیار نکلا "لَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ ابْنِیْ" جب خوش خوش گھر آئے تو بی بی سے سارا ماجرا بیان کیا۔بی بی نے کہا آپ کو کیا زیادہ پسند ہے؟ بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار اشرفیاں؟ شوہر نے کہا کہ واللہ میں اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔بی بی نے کہا کہ میں نے وہ اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دیں۔زندہ دل شوہر خوش ہو کر کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم تم نے وہ مال ضائع نہیں کیا۔

آج کہاں ہیں ایسی مائیں

اس واقعہ میں یہ امر قابلِ غور ہے کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم رہ کر ماں کی آغوش میں رہے اور ماں اپنے اس بچے کو ایسی بیش بہا تعلیم دے کہ اس کے شاگرد دنیا کے نام آور امام ہوں۔بیشک یہ اس عہد کی عورتوں کے عقیل اور علم دوست ہونے کی دلیل ہے۔ہمارے ملک میں اگر پندرہویں صدی کی کسی ماں کے اختیار میں تیس ہزار اشرفیاں اور ایک بچہ دے دیا جائے تو معلوم نہیں بلند اقبال صاحبزادے کے اخلاق کہاں تک ترقی کریں؟

دنیوی تعلیم کیلئے تو بہت پیسے خرچ کریں گی مگر دینی تعلیم کیلئے پیسے خرچ کرنے میں حد درجہ بخل سے کام لیتی ہیں دنیوی تعلیم خوب حاصل کرائیں کیونکہ اس زمانہ میں دنیوی تعلیم کی بھی سخت ضرورت ہے مگر آج دینی تعلیم سے ایسی لاپرواہی کیوں؟

ماں اور بہن کی کفالت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب چودہ برس کی عمر میں علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا شروع کیا تو ان کی والدہ اور بہن نگرانی کی متکفل تھیں۔

انہوں نے اپنی کفالت کا پورا حق ادا کر دیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کے اندر وہ مقام و مرتبہ حاصل کیا جو ان کے بعد کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ اور ان کی تالیف کردہ کتاب صحیح بخاری کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا جو کتاب اللہ کے بعد کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہو سکا۔ آج کون ہے جو بخاری کو نہ جانتا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو علم حدیث کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہوئے اور جنہوں نے اپنے ہم عصروں کو پیچھے چھوڑ دیا، اس میں ان کی ماں اور بہن کی کفالت کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آج کی خواتین میں بھی تعلیمی ذوق پیدا فرمائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی

طالب علم کیلئے بہترین نمونہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

حاضرین جلسہ محترم خواتین! صحابہ وصحابیات انبیاء علیہم السلام کے بعد دنیا کی برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کے فلاح ونجات کی ضمانت زبان نبوت نے عطا کی ہے ان میں سے ہر ایک کی زندگی ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے جس کا بھی دامن تھام لیں منزل مقصود تک پہونچ جائیں گے آج کی اس محفل میں تذکرہ ہوگا حدیث کے سب سے بڑے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا۔

نام ونسب

جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس تھا۔ بعد میں نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمٰن رکھا۔ اگرچہ روایات میں آپ کے تیس سے بھی زائد نام آتے ہیں۔ لیکن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو آپ کی کنیت ہے اسی نام سے دنیائے حدیث ومحدثین میں مشہور ومعروف ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ غالباً بکری چراتے چراتے جنگلی بلی کا بچہ پال لینا اور اس کے ساتھ کھیلتے دیکھ کر لوگوں کا اس نام سے آپ کو موسوم کر دینا ہے۔

قبول اسلام

آپ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے سال اسلام قبول فرمایا: بقول علامہ ابن عبدالبر پھر کبھی نبی کریم ﷺ سے جدا نہ ہوئے۔ آپ صرف شکم سیری پر قانع رہے۔ سفر وحضر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ موجود رہے۔ مہاجرین وانصار کے مقابلے میں آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ زیادہ وقت گذارا۔ چونکہ مہاجرین کو تجارت اور انصار کو ان کی کھیتی باڑیوں نے مشغول کر رکھا تھا جب کہ اس الجھن سے آپ آزاد تھے۔ خود نبی کریم ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ ''وہ علم (حدیث) کے حریص ہیں''۔

روایت حدیث

احادیث نبویہ کی نشرواشاعت میں آپ کا اہم کردار رہا ہے۔ نتیجے میں آپ کو مختصر مدت میں نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ حدیثیں یعنی (۵۳۷۴ حدیثیں) روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا جو آپ ہی کی خصوصیت ہے جیسا کہ علامہ ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم وغیرہ قائل ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ اور ناقل حدیث تھے''۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''آٹھ سو سے زائد اہل علم نے ان سے حدیثیں روایت کیں''۔

حدیث کی کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس میں کثرت سے ان کی روایتیں نہ ہوں اکثر وبیشتر صفحات میں ان کی روایتیں موجود ہوتی ہیں۔ بھوک پیاس اور فقر وفاقہ کو آپ نے برداشت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا۔

طالب علمی میں مشقت برداشت کرنا

سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بکثرت احادیث روایت کرتا ہے جب کہ مہاجرین وانصار لمبی رفاقت کے باوجود اتنی حدیثیں روایت نہیں کرتے۔ اس کی وجہ سنو! مہاجر بھائی خرید وفروخت میں مصروف ہوتے ہیں۔ جب کہ میں صرف شکم سیری پر قناعت کرتا ہوں۔ جب وہ غیر حاضر رہتے ہیں تو میں حاضر رہتا ہوں۔ جب وہ بھول جاتے ہیں میں یاد رکھتا ہوں۔ میں اصحاب صفہ کے ان مسکینوں میں سے ہوں کہ جب وہ نسیان کے شکار ہو جاتے تو میں حفظ وضبط سے کام لیتا۔

مجاہد سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! بارہا شدت بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ کو زمین پر چپکا لیا کرتا تھا اور کبھی بھوک سے بے تاب ہو کر پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک وقت وہ بھی تھا جب میں منبر رسول ﷺ اور حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا اور لوگ مجھے مجنوں جان کر میرے سینے پر پاؤں رکھ دیتے حالانکہ جنون کی وجہ سے نہیں بلکہ شدت بھوک کی وجہ سے میری یہ درگت ہوا کرتی تھی''۔

ان کو یہ فکر تھی کہ احادیث رسول کریم ﷺ کس طرح محفوظ کی جائیں آنے والی نسلوں کو آپ ﷺ کا لایا ہوا دین منتقل کیا جائے۔اس کے لئے آپ نے ہر طرح کی کوشش اور جدو جہد کی۔عبادت و ریاضت کے علاوہ حفظ احادیث مبارکہ میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔

عبادت اور ذکر الٰہی

عبادت اور ذکر الٰہی تو طالب علم کیلئے حصول علم کا ایک بنیادی وسیلہ ہے بغیر اسکے حصول غیر نافع ولا حاصل ہے۔ابوعثمان نہدی کہتے ہیں: مجھے ایک ہفتہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا، دیکھتا کیا ہوں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کے خادم واس کی اہلیہ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ایک حصہ وہ دوسرا حصہ اسکی اہلیہ اور تیسرا حصہ اس کا خادم قیام کرتے ہیں۔ یہ تھا قیام اللیل کا اہتمام۔ اور رسول اکرم ﷺ کی عملی زندگی اور آپ ﷺ کے سکھائے ہوئے علم پر جب تک عمل نہ ہو وہ علم بے سود ہے اور علم دین تو آتا ہی ہے عبادت اور خوف خدا سے۔

محبت رسول ﷺ

محبت رسول ﷺ جو مومن کیلئے بنیادی درجہ رکھتی ہے جس کے بغیر اخروی پار نہ لگے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اندر یہ مومنانہ صفت کس قدر سما گئی تھی اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ اندرون مسجد حدیث سنا رہے تھے، ارد گرد شاگردوں کا اچھا خاصہ حلقہ تھا جب آپ کی زبان پر یہ جملہ ”حَدَّثَنِی خَلِیْلِیْ اَبُو الْقَاسِمُ“ آیا تو آبدیدہ ہو گئے اور رو پڑے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ حدیث سنانے کی ہمت کی پھر بے اختیار رو پڑے اور پہلی جیسی حالت ہو گئی۔

تیسری بار بھی یہی ہوا اور اس مرتبہ اس قدر بے قابو ہوئے کہ مجلس سے اٹھ کر باہر نکل پڑے۔اللہ اکبر محبوب کبریا کی محبت کا یہ اثر۔

طالب علم کیلئے استاد کا ادب واحترام بہت ضروری ہے، دل میں اگر استاذ کی عظمت نہیں ہے اگرچہ علم دین حاصل ہو جائے مگر کما حقہ اس کا فائدہ نہیں ہو سکتا۔

آخرت کا خوف

حصول علم کی راہ میں ہر طالب علم کو روز جزا کے حساب و کتاب کے خوف سے فکر مند ہو کر خالص رضائے الٰہی کو اپنا مقصد بنانا چاہئے۔آپ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں بکثرت رویا کرتے تھے، کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: مجھے جو چیز رلا رہی ہے وہ ہے ”بعد سفر اور قلت زاد“ اور میں اس راہ پر قدم رکھ رہا ہوں جس کا ایک سرا جنت میں تو دوسرا جہنم میں جا ملتا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میری منزل کہاں ہوگی؟

پوری زندگی خدمت دین اور اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دی حتیٰ کہ علم دین حاصل کرنے کے لئے کھانے پینے تک کی فکر نہ کی اور جب آخر وقت آیا تو حد درجہ خوف خدا لاحق ہو گیا کہ نہ معلوم کیا ہوگا؟ ایک ہم بھی مسلمان ہیں پوری زندگی عصیان و نافرمانی میں گذار رہے ہیں مگر ذرا بھی فکر نہیں اللہ و رسول کا خوف نہیں۔

نازک وقت میں بھی ماں کا اتنا خیال

آپ خود فرماتے ہیں ایک دن بھوک سے مجبور ہو کر گھر سے نکل پڑا، راستے میں کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کو کس چیز نے بے گھر کر رکھا ہے؟ میں نے کہا: بھوک نے، پھر میں نے ان لوگوں سے ان کے احوال پوچھے تو بتایا ”وَنَحْنُ وَاللّٰهُ مَا خَرَجْنَا اِلَّا الْجُوْع“ کہ قسم اللہ کی ہمیں بھی

بھوک ہی نے بے گھر کر رکھا ہے۔ یہاں تک کہ ہم سب کے سب اسی حالت میں رسول رحمت وشفقت کے دربار میں آ پہنچے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''مَا جَاءَ بِكُمْ هَذِهِ السَّاعَةَ'' اس وقت کون سی چیز تمہیں یہاں تک کھینچ لائی ہے؟ پھر ہم لوگوں نے اپنی حالت زار کہہ سنائی۔ آپ ﷺ نے ایک طشتری منگائی جس میں کچھ کھجوریں تھی اور فرمایا: 'كُلُوا هَاتَيْنِ التَّمْرَيْنِ، وَاشْرِبُوا عَلَيْهَا الْمَاءَ، فَانَّهُمَا سَيَجْزِيَانِكُمْ يَوْمَكُمْ هَذَا' کہ دو دو کھجوریں کھا لو اور پانی پی لو انشاءاللہ شام تک بھوک سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھائی اور ایک کو اپنی ماں کیلئے بچالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری یہ حرکت دیکھ کر فرمایا: ''يَا اَبَاهُرَيْرَةَ رض لِمَا رَفَعْتَهَا؟'' اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! یہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا: اپنی ماں کیلئے ایک کھجور رکھ لی ہے اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''كُلْهَا فَسَنُعْطِيكَ لَهَا تَمْرَتَيْنِ'' کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسے کھا لو میں تمہاری والدہ کیلئے تمہیں دو کھجوریں اور عنایت کر دوں گا''۔

(سیر اعلام النبلاء:۵۹۲-۵۹۳)

مذکورہ واقعہ سے ہر طالب علم کو خود کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنی والدہ و والد کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر حال میں اپنی والدہ کا خیال رکھتے تھے۔ بدلے میں ان کی والدہ بھی آپ سے ہمیشہ راضی رہا کرتی تھی۔ جب آپ کہیں نکلنے کا ارادہ فرماتے تو دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اُمِّيْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' آپ کی ماں بھی خوبصورت جواب دیتے ہوئے فرماتی: ''وَعَلَيْكَ يَا بُنَيَّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' پھر آپ فرماتے: ''رَحِمَكَ اللّٰهُ كَمَا رَبَّيْتَنِيْ صَغِيْرًا'' والدہ بھی جواباً آپ رضی اللہ عنہ کو دعا دیتی: ''رَحِمَكَ اللّٰهُ كَمَا بَرَرْتَنِيْ كَبِيْرًا'' پھر گھر واپس آتے تو یہی کلمات

دہراتے۔ ہو سکتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو اتنا بڑا مقام و مرتبہ ملا ان کی ماں کی دعاؤں کا نتیجہ اور ثمرہ ہو۔

غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک

ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی باندی جس نے آپ کو سخت اذیت پہنچائی تھی، کو مارنے کے لئے کوڑا اٹھالیا، پھر یہ کہتے ہوئے کوڑے کو رکھ دیا کہ قیامت کے دن اگر بدلہ کا خوف نہ ہوتا تو اس کوڑے سے تجھے مارتا۔ لیکن اب میں تمہیں ایسے ہاتھ فروخت کرتا ہوں جو مجھے تمہاری قیمت اس دن دے گا جس دن اس کی مجھے سخت ضرورت ہوگی۔ جاؤ تم اللہ کے واسطے آزاد ہو۔

یادداشت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب المناقب'' میں فرماتے ہیں کہ ایک بار ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَانْسَاهُ، فَقَالَ: ''اُبْسُطْ رِدَاءَكَ'' فَبَسَطْتُ فَغَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ: ''ضُمَّهُ'' فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا بَعْدَ'' کہ میں نے حدیث یاد کرنے کے بعد بھول جانے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی چادر پھیلاؤ، چنانچہ میں نے پھیلائی پھر ایسا لگا کہ آپ ﷺ نے اپنے چلو سے اس میں کچھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ اسے بند کر لو، میں نے بند کر لیا اس کے بعد پھر (حدیث) کبھی نہیں بھولا۔ نیز کہتے ہیں کہ ایک بار رسول ﷺ نے میری پیٹھ سے چادر کھینچ کر اپنے سامنے پھیلائی اور حدیثیں سنا کر چادر سمیٹ کر مجھے دے دی۔ میں نے صبح میں بیدار ہو کر خیال کیا تو ایک حرف بھولا ہوا نہیں پایا۔ (اخرجه ابو النعيم فى الحليه: ۱/ ۳۸۱)

آپ نے جس چیز کو ایک مرتبہ ذہن میں محفوظ کرلیا وہ زندگی بھر نہ بھولے، قوت حافظہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

معترضین کو خاموش کردیتے ہیں

کثرت روایت حدیث کی وجہ سے بسا اوقات بعض لوگ اعتراض کرتے تھے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس قدر روایت کرتے ہیں؟ اسی اعتراض سے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جو اعتراض کرنے والوں میں سے تھا میں نے کہا: ''تم لوگ کہتے ہو کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بکثرت حدیثیں بیان کرتا پھرتا ہے۔ ذرا بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ نے گذشتہ رات عتمہ کے وقت کیا حدیث سنائی تھی؟ اس نے کہا: مجھے نہیں معلوم، میں نے معلوم کیا: کیا تم حاضر نہ تھے؟ بولا حاضر تو تھا، میں نے کہا: مجھے تو پوری حدیث یاد ہے پھر سنادی کہ نبی اکرم ﷺ نے اس طرح بیان کیا تھا۔ (بخاری ،العمل فی الصلاۃ)

آج دشمنان اسلام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کو مجروح کرنا چاہتے ہیں کیونکہ حدیث کے سب سے بڑے راوی یہی دوحضرات ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے صحابی اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجہ کے تابعی ہیں۔

ہر مومن کو مجھ سے ضرور محبت ہوگی

آپ فرماتے ہیں کہ جس مومن نے میرے بارے میں سنا یا مجھے دیکھا وہ مجھ سے ضرور محبت کرے گا۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میری ماں مشرکہ تھی، میں نے اسے اسلام لانے کی دعوت دی، جب بھی دعوت دیتا وہ انکار کردیتی اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق برا بھلا کہہ دیتی، جس سے مجھے سخت غم لاحق ہوتا۔ میں ایک بار

روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور اپنی ماں کی ہدایت کی خاطر دعاء کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے دعاء فرمائی کہ اے اللہ! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت دیدے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام لے آئی۔ جب میں گھر پہنچا تو خوشی کی انتہا نہ رہی، دوبارہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر میری ماں کے اسلام قبول کرلینے کی خوشخبری سنائی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے اور میری والدہ محترمہ کے لئے دعا کردیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں لوگوں کے نزدیک محبوب بنادے نیز ان کی محبت بھی ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمادی۔ لہٰذا جو مومن ومسلم ہوگا وہ ضرور مجھ سے محبت کرے گا۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ اس روشن حقیقت کے باوجود بھی کچھ لوگ آپ کو غیر فقیہہ کہہ کر آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ فَهٰدَا هُمُ اللّٰهُ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دورنبوی میں فتویٰ دیا کرتے تھے

ہر طالب علوم نبویہ کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی سے عبرت وموعظت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ دین کے حاصل کرنے کیلئے کیا اصول وضابطہ ہونا چاہئے کیسی محنت کرنی چاہئے اور اساتذہ کا کس درجہ احترام اور اعزاز کرنا چاہئے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سیرت میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں، ایک بات عرض کرکے اپنی بات ختم کرتی ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں چند لوگ فتوے دیا کرتے تھے ان میں ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں اس لئے یہ کہہ دینا کہ یہ راوی تھے فقیہہ نہیں تھے ان کی شان میں حد درجہ گستاخی ہے۔ ہر ایک صحابی کی عزت وعظمت اور دل سے ان کا احترام کرنا جزو ایمان ہے۔ اللہ ہم سب کو صحابہ کرام سے محبت وعظمت اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی

والدہ کی تربیت کا انداز

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. لَاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ اَفْضَلُ مِنْ نَحَلَ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حُسْنٍ. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

میری مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات ماؤں اور پیاری بہنو! میں نے دو حدیثیں آپ کے سامنے پڑھی ہیں دونوں حدیثوں میں اولاد کی تربیت کا ذکر کیا گیا ہے آدمی اپنی اولاد کوادب سکھائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ کرے۔ دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی چیز تحفہ میں پیش نہیں کی۔ آدمی اپنی اولاد کو روپے پیسے اور دیگر چیزیں دیتا ہے لیکن سب سے بہتر تحفہ یہ ہے کہ اس کو اچھا ادب سکھائے۔ والدین کی تربیت کا اولاد پر خاص اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ معظّمہ رحمۃ اللہ علیہا کی تربیت کے چند نمونے سنئے۔ حضرت مولانا عبداللہ حسنی ندوی مدظلہ العالی تعمیر حیات میں لکھتے ہیں: ہمارے اس ملک میں بھی کیسے کیسے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں، ہمارے حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام ساری دنیا میں ہے ان کی بھی کیا حیثیت تھی، وہ یتیم تھے، ایسی حالت میں ان کی والدہ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا بھی سن لیجئے۔

تربیت کس طرح ماں کرتی ہے اس کے بھی دو تین نمونے ابھی بیان کیے دیتی ہوں جس سے اندازہ ہوجائے گا کہ ماں کا رول کیا ہے؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے: ''خواتین اور مولانا کے خطوط'' ۔ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی پڑھنی شروع کردی، محنت زیادہ انگریزی میں کرنے لگے وہ انگریزی اس لئے پڑھ رہے تھے کہ جوانگلش زدہ اعتراضات واشکالات کرتے رہتے ہیں تو اس کا جواب دے سکیں، یہ سو سال پرانی بات ہے، لیکن والدہ یہ سمجھیں کہ عربی چھوڑ کر انگلش پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے خط لکھا: ''علی میں نے سنا ہے انگریزی کی طرف تمہاری توجہ زیادہ ہوگئی ہے، دیکھو تمہارے خاندان میں جتنے بزرگ ہیں، (پھر کئی بزرگوں کے نام لکھے جیسے مولانا سید احمد رحمۃ اللہ علیہ، مولانا امین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) اور کہا ان

سب کو جو مرتبہ ملا وہ عربی کی وجہ سے ملا ہے، تم عربی کی طرف توجہ دو اور اسی کو پڑھو میں نے تم کو عربی پڑھنے ہی کے لئے بھیجا تھا، پھر یہ لکھا کہ علی میری تم تنہا اولاد ہو، اگر میری سو اولادیں بھی ہوتیں تو سب کو عربی پڑھنے میں لگاتی، اب جب کہ تم میری تنہا اولاد ہو تو سو کی امیدیں تم سے ہی وابستہ ہیں''۔

ظاہر ہے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے جب سو کی نیت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا کو سو کا بدل نہیں لاکھوں کا بدل بنا دیا، ان کے جیسا تو ہزاروں سال میں کوئی ایک پیدا ہوتا ہے، یہ ثمرہ انہیں والدہ کی نیک نیتی کی وجہ سے ملا۔ جہاں تک تربیت کا تعلق ہے اس کے بھی ایک دو نمونے میں پیش کئے دیتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ان کی والدہ کا نظریہ کیا تھا؟ ہر اس کام سے اپنے بچے کو بچاتی تھیں جو دینی ترقی میں اللہ کے یہاں مقبولیت اور محبوبیت میں مانع ہوتا ہے، بچپن سے اس کی تربیت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے فرمائی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میری والدہ نے مجھے بچپن سے اپنی غلطی کو غلطی تسلیم کر لینے اور اپنے بڑوں اور چھوٹوں کے سامنے معافی مانگنے کی عادت ڈالی، اس کی وجہ سے میں کبھی اکڑتا نہیں تھا۔ دو باتیں خاص طور سے جس کی طرف وہ توجہ دلایا کرتی تھیں کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی یا میں نے گھر کے کسی فرد کے ساتھ یا گھر میں کام کرنے والے کسی ملازم لڑکے یا لڑکی، (جو بالکل معمولی درجہ کے لوگ تھے) ذرا سی زیادتی ہو جاتی تو فوراً معافی منگواتی تھیں اس میں دیر نہیں کرتی تھیں۔ ایک بار جو عورت گھر میں کھانا پکاتی تھی اس کے لڑکے کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مار دیا تو فوراً جیسے ہی ان کو اطلاع ہوئی، مولانا اور اس بچے کو بلایا اور بچے سے کہا کہ تو بھی اس کو مار، علی کو مار، ابھی میرے سامنے مار، ظاہر سی بات ہے گھر میں کھانا پکانے والی ملازم کا بچہ کیسے مار سکتا ہے؟ ہمت ہی نہیں ہوتی اس کے اندر مارنے کی، تو انہوں نے اس بچہ کا ہاتھ پکڑ کر مولانا

رحمۃ اللہ علیہ کو مارا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اب معافی بھی مانگو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اور فرمایا بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے بغض وعناد نکال دیا اب مجھے معافی مانگنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، اگر مجھے غلطی کا احساس ہو جائے تو میں فوراً معافی مانگ لیتا ہوں اس واقعہ کے بعد پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔

والدہ کی تربیت ہی تھی کہ دنیا میں اللہ نے وہ عزت عطا فرمائی کہ عرب وعجم میں ہر شخص ان کا مداح رہا بڑی بڑی تنظیموں کے ناظم وصدر اور ذمہ دار بنائے گئے، اور آپ نے دین کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ عربی ادب کے اندر اللہ نے وہ بلند مقام عطا کیا کہ اہل عرب بھی ان کی عزت وتوقیر کو باعث سعادت اور فخر سمجھتے۔ عربی زبان میں لکھی گئی ان کی کتابیں دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ سب والدہ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے ان سے دین کا عظیم الشان کام لیا۔

ماں کا کردار اولاد کی تربیت میں اہم ہوتا ہے

اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جتنے لوگ آج تک نامور اور بڑے بنے ہیں وہ اپنی والدہ کی تربیت ہی کی وجہ سے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کسے معلوم نہیں؟ والدہ محترمہ نے کہہ دیا کہ بیٹے جھوٹ نہیں بولنا اس پر ایسے کاربند رہے کہ زندگی میں خواہ کیسا ہی سخت موڑ کیوں نہ آگیا مگر کبھی سچ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

والدہ کی تربیت کا اہم رول ہوتا ہے اگر صحیح تربیت کر رہی ہے تو اولاد نیک اور صالح بنے گی اور تربیت صحیح نہیں ہوتی تو اولاد آگے چل کر والدین کے لئے باعث عامہ بنتی ہے ماں کی گود بچے کے لئے سب سے پہلا مدرسہ ہے خواہ بچے کو بگاڑے یا بنائے۔ بچپن میں ماں باپ جس طریقہ پر ڈال دیں گے اور جو طریقہ برا یا بھلا

سکھا دیں گے وہی ان کی ساری زندگی کی بنیاد بن جائے گا پہلے مائیں نیک ہوا کرتی تھیں تو ان کی گود میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، اما غزالی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء اللہ اور علماء کرام پیدا ہوتے تھے اور آج جب ماؤں میں بے دینی پیدا ہوگئی، صوم وصلوٰۃ کی پابند نہیں رہیں اولاد کی دینی تربیت کا کوئی خاص خیال نہیں رہا تو اولاد پر بھی اس کا برا اثر پڑ رہا ہے اور وہ فلمی ایکٹر اور کریکٹر پیدا ہو رہے ہیں۔

انسان کی سب سے بڑی ضرورت

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کی تعلیم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کرو، والدین کا فریضہ ہے کہ بچوں کو دین سکھائیں اور دین کو دیگر کاموں میں سب سے زیادہ اہمیت دیں، کیونکہ دین ہی ہمیشہ کام آنے والا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اولاد سے بہت محبت کرتے ہیں ان کے راحت وآرام کا بڑا خیال رکھتے ہیں مگر ان کا راحت وآرام اور محبت صرف دنیوی حد تک ہوتا ہے آخرت میں نجات اور وہاں کے راحت وآرام کا بالکل ہی خیال نہیں آتا جب کہ انسان کی سب سے بڑی ضرورت آخرت کا آرام وسکون ہے۔ اولاد کو دینی علوم سے غافل رکھنا بہت بڑا ظلم ہے۔ اپنی اولاد کے لئے سب سے بڑے محسن وہ ماں اور باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی تعلیم سکھاتے ہیں اور اعمال صالحہ کی عادت ڈالتے ہیں یہ علم نہ صرف اولاد کے لئے بلکہ خود والدین کے لئے بھی قبر اور آخرت میں سودمند ہوگا۔ ایک بزرگ کا مقولہ ہے۔ اِنَّ النَّاسَ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا۔ لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔ الغرض اولاد کی تعلیم وتربیت پر والدین کو خاص توجہ دینی چاہیے تاکہ ہمیشہ یہ ان کے

حق میں کارآمد اور مفید ثابت ہو اور اگر اولاد کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی گئی تو انجام کار اولاد ہمارے لئے وبال جان بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے نونہالوں کو بد اخلاقی سے بچائے۔ اور ان کی صحیح تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

میری پیاری پیاری معلمات صاحبہ عزیزہ طالبات ماؤں اور پیاری بہنو! ہماری جان ہمارا مال سب اللہ کی امانت ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان و مال کو جنت کے بدلہ خرید لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ بلاشبہ اللہ رب العزت نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان وکرم ہے۔ جان و مال کو ہمارے حوالے کر دیا اس لئے ہماری جان و مال اللہ کی امانت

ہے اور امانت صاحب مال کے حکم کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے ورنہ امانت میں خیانت ہوگی، آج کی مجلس میں سونے چاندی کے تعلق سے عرض کرنا ہے کہ کتنی مقدار چاندی اور کتنی مقدار سونے میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

(۱) چاندی (دوسو درہم ساڑھے باون تولے) تقریباً چھ سو گرام شرحِ زکوٰۃ چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد (۲) سونا (بیس مثقال ساڑھے سات تولے) یعنی ۸۴ گرام شرحِ زکوٰۃ ڈھائی فیصد۔ اس میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں سبھی ائمہ کے نزدیک ساڑھے سات تولہ سونے اور ساڑھے باون تولہ چاندی پر زکوٰۃ فرض ہے۔ یا اتنی مالیت کا سامان ہونا خواہ اس کی تجارت کر رہا ہو یا یوں ہی گھر میں پڑا ہوا ہو جیسے ہی اس پر سال پورا ہو جائے چالیسواں حصہ نکال کر مستحقین کو دینا فرض ہے۔ اور اگر پیشگی ادا کرنا چاہیں تو بھی ادا کر سکتے ہیں اور اگر تاخیر کر دیں تو گنہگار ہونگے اور جب ادا نہ کریں گے تو گنہگار ہی رہیں گے۔

عورت کے زیور کی زکوٰۃ

عورت کے زیور کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے لیکن اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ، تابعین، فقہاء، ومحدثین اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔ جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جو فقہاء عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے پوچھا کہ کیا تم اپنے کنگن کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ تو اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اس کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے؟

(ابوداود، ترمذی، نسائی)

ایک اور روایت میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سونے کے کنگن پہن کر اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا یہ کنز ہے (یعنی جمع کیا ہوا سونا ہے۔جس پر قرآن میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہے) اس کے جواب میں اللہ کے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم نے اس کی زکوٰۃ دے دی تو یہ کنز نہیں ہے۔یعنی اس پر عذاب نہیں ہوگا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے ان کی دلیل ایک حدیث ہے۔"زیور پر زکوٰۃ نہیں" (ابن الجوزی) لیکن امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے حدیث نے اس روایت کو ضعیف اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔اس سلسلہ میں پہلی رائے ہی زیادہ قوی ہے احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے لہٰذا عورتوں کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اس مسئلہ میں صحابۂ کرام کا بھی آپس میں اختلاف رہا ہے البتہ زیادہ تر احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس بنیاد پر بعض محققین شوافع نے بھی اس مسئلہ میں مسلک احناف ہی کو ترجیح دی ہے۔تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مسئلہ اختیار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ظاہر نصوص اسی کی تائید کرتے ہیں۔اس لئے حنفیوں پر تو سونے چاندی کی زکوٰۃ ہے خواہ زیورات کی شکل میں ہو یا ویسے ہی لیکن احتیاط پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک مسلک والوں کیلئے زکوٰۃ کا ادا کرنا بہتر ہے اور یہ عورتوں پر واجب ہے کیونکہ وہی اس کی مالک ہوتی ہیں اور اگر ان کے والدین نے صرف استعمال کے لئے ہی دیا ہے تو والدین پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔لیکن اکثر و بیشتر عورتیں ہی مالک ہوا کرتی ہیں اس لئے وہی زکوٰۃ ادا کریں اور اگر شوہر ادا کردے تو بھی ادائیگی ہوجائے گی۔

زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے یا نہ ہونے کا سارا اختلاف ان زیورات کے بارے میں ہے جس کو عورت زینت کے طور پر استعمال کرتی ہے۔رہے وہ زیورات

جنہیں عورت مال جمع کرنے کی غرض سے بنا کر رکھ چھوڑے تو سبھی فقہاء کے نزدیک ایسے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔(علامہ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج ۱/ص ۲۲۲)

عورتوں کو عموماً زیورات سے بڑی محبت ہوا کرتی ہے قرآن کریم نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ کیا وہ جو زیوروں میں پلتی ہے۔مردوں سے کہیں زیادہ عورتوں کو مال و دولت سے محبت ہوتی ہے ویسے تو مال و دولت سے محبت ہونا ایک فطری چیز ہے خود قرآن نے بیان کیا: اِنَّمَا اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ. ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔لوگوں کے لئے مرغوب چیزوں کی محبت مزین کردی تھی عورتیں اور لڑکے اور جمع کیے ہوئے سونے چاندی کے خزانے اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور زراعت یہ سب دنیوی زندگی کی استعمالی چیزیں ہیں۔مال و دولت انسان کی ضروریات کی چیزیں ہیں اس کے بغیر انسان کا گذارا مشکل ہوجاتا ہے اس لئے اس کو حاصل کرنا اور بچا کر رکھنا بھی ضروری ہے مگر اللہ تعالیٰ نے جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں خرچ کرنا اس سے زیادہ ضروری ہے۔

عورت کے مہر کی زکوٰۃ

عورت کا مہر اس کے شوہر کے ذمہ "قرض ضعیف" ہے اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک عورت کو بقدر نصاب یا اس سے زائد رقم وصول نہ ہوجائے اور وصول ہوجانے کے بعد اس پر ایک ہجری سال نہ گزر جائے۔(احناف)

آج کل بہت سے لوگ نام اور شہرت کے لئے بہت زیادہ مہر مقرر کرلیتے ہیں کہ مجلس نکاح میں اعلان ہوجائے گا اور شہرت حاصل ہوجائے گی کہ فلاں

صاحب کا مہر تو بہت زیادہ ہے لیکن مہر دینے کا ارادہ نہ تو نکاح سے پہلے رہتا ہے اور نہ ہی نکاح کے بعد جب کہ یہ بات سراسر شریعت کے خلاف ہے مہر عورت کا حق ہے جو بغیر اس کی مرضی اور خوشدلی سے معاف کرنے کے ہرگز معاف نہ ہوگا اس لئے نکاح کے اندر اتنا ہی مہر مقرر کریں جتنا بآسانی ادا کرسکیں اور بعض ایسے ناداں بھی ہوتے ہیں کہ زبردستی عورت سے مہر معاف کروالیتے ہیں یاد رکھیں اس طرح مہر معاف کرانے سے ہرگز مہر معاف نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اس کے ذمہ واجب رہتا ہے اور جب عورت کو اس کا مہر مل جائے اور اس پر حولان وصول ہوجائے تو اب زکوٰۃ بقدر نصاب واجب ہوگی آج کل عورتیں زکوٰۃ کی ادائیگی میں بڑی کوتاہی اور غفلت برتتی ہیں یہ درست نہیں ہے۔

بینک میں رکھی ہوئی امانتوں اور پراونڈنٹ فنڈ کی زکوٰۃ

بینک میں رکھی ہوئی امانتوں اور پراونڈنٹ فنڈ پر تمام سالوں کی زکوٰۃ ضروری ہے اور یہ اس وقت ادا کی جائے گی جب ان میں سے ساڑھے دس تولے چاندی کی قیمت یا اس سے زائد رقم وصول ہوجائے۔ (یعنی نصاب کا وصول ہوجائے)۔

زکوٰۃ کا مسئلہ بڑا اہم ہے یہ اسلام کا تیسرا رکن عظیم ہے قرآن کریم اور احادیث نبوی نے جگہ جگہ کثرت سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے بلکہ بیشتر مقامات پر تو نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے دور رسالت اور دور صحابہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد چند لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ جو شخص دور نبوی میں اونٹ کے ساتھ اس کی رسی زکوٰۃ میں دیا کرتا تھا اور آج صرف اونٹ دے گا اور رسی دینے سے انکار کرے گا تو ابوبکر اس سے جہاد کرے گا۔ آپ

نے زکوٰۃ کے سلسلہ میں کسی طرح کا تساہل برداشت نہ کیا انہیں حضرات کی محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم تک دین صحیح سالم پہونچا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی بہت ضروری ہے جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح ہر مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس کا مال اللہ کے حفظ وامان میں ہوجاتا ہے اور اس میں بڑھوتری ہوتی رہتی ہے۔ یہ سوچ بالکل غلط ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں کمی ہوتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہے جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا مال مختلف بہانوں جیسے بیماری یا غلط مقدمات میں پھنس کر آخرکار ضائع ہوجاتا ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو سخت دھمکی اور وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٌ. اور وہ لوگ جو سونا چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے۔ کون ہے جو اللہ کے عذاب کو سہنے کی جرأت کرے؟ دنیا کی معمولی سی تکلیف ہم برداشت نہیں کرسکتے پھر آخرت کے عذاب کا کیا پوچھنا؟ اللہ ہم سب کو احکام شرعیہ کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

علم وادب انسان کی زینت ہے

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی مَن لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

معزز خواتین بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو اور عزیزہ طالبات!

تعلیم کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی، علم خواہ عصری ہو یا دینی بہر حال فائدے سے خالی نہیں اور مذہب اسلام نے تو تعلیم پر بہت ہی زور دیا ہے جگہ جگہ مثالیں بیان کر کے تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا تاکہ لوگ علم حاصل کریں آج دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی وقت کی اہم ضرورت ہے معاشی حالت عصری علوم ہی سے سدھر سکتی ہے اس لئے اس کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے مگر مقصود اصلی دینی تعلیم ہے۔ قرآن کریم میں جو پہلی وحی نازل ہوئی ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. (العلق:۱)

پڑھئے اپنے اس رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔

پیدا کرنا اور پھر ساری نعمتوں سے نوازنا یہ عظیم احسان ہے جو سارے احسانات سے برتر ہے۔ لہٰذا جس خدا نے یہ احسان کیا ہے، سب سے پہلے ان کو راضی کرنے والی تعلیم حاصل کی جائے تاکہ بعد میں دنیوی علوم وفنون سے ایمان وعقائد میں کوئی فرق نہ آسکے۔ اگر بچپن میں اس کا انتظام نہ ہوا، یا غفلت کے سبب اس کی طرف توجہ نہ کی گئی تو جب بھی اس کا موقع ملے فوری طور پر دینی علوم کے حصول کی سعی کی جانی چاہئے۔ ان ساری باتوں کا حاصل یہ ہے کہ انسان رفعتوں اور بلندیوں کی جس منزل پر بھی پہنچ جائے انسانیت اور عبدیت کے مقام کو فراموش نہ کرے۔

علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے

اسلام نے ہر کسی کو اس بات کا مکلّف نہیں بنایا کہ وہ مکمل علم حاصل کرے اور نہ ہی ہر شخص علمی استعداد اور صلاحیت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ اسی لئے چند لوگوں کا عالم فاضل ہو جانا ایک بستی کیلئے کافی قرار دیا۔ مگر دین کی اتنی باتوں کا حاصل کرنا تو ہر ایک کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ جس سے حلال وحرام کی تمیز ہو سکے اور دین کی موٹی موٹی باتیں جان سکے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہاں دینی علوم کے حاصل کرنے کے کچھ اصول وضوابط ہیں غرور وتکبر اور گھمنڈ سے یہ علم حاصل نہیں ہوتا۔

عصری علوم کی ممانت نہیں

تواضع، انکسار اور سادگی انسان کی زینت ہے۔ اس سے آدمی کی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس کا استحضار رہنا چاہئے اور پھر اپنے رب سے رشتہ

مضبوط اور مستحکم رکھنے کی سعی کرتے رہنا چاہیئے۔ انسان مال ودولت، علم وعہدہ اور عروج وترقی کی بدولت تکبر اور غرور کا شکار ہونیکے بجائے خدا کی عبودیت کا ہمیشہ دم بھرتا رہے اور ہر صبح وشام سجدۂ شکر بجالائے کہ یہ ساری بہاریں اسی کی عطا کردہ ہیں۔ مشہور شاعر اکبرالہ آبادی نے اپنے ان اشعار میں صحیح ترجمانی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو، چرخ میں جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اسلام دنیوی تعلیم کے حاصل کرنے کی ممانعت نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی مخالفت کرتا ہے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرو خوب پیسے کماؤ خرید وفروخت کرو۔ تجارت کو فروغ دو بس اتنی سی بات ہے کہ مسلمان بن کر رہو زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی طور وطریق کو اپناؤ کبھی بھی دشمنوں کی تہذیب وتمدن سے مرعوب نہ ہو۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً ۔ اے ایمان والو! پورے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ تا کہ تمہاری تہذیب وتمدن کو دیکھ کر لوگ اسلام قبول کریں اور اسلام کی حقانیت کو پہچانیں۔

سرسید کا طلبہ سے خطاب

ہندوستان میں عصری تعلیم کے علمبردار سرسید احمد خاں ہیں۔ جنہوں نے زمانے کے تقاضوں کی تکمیل کے پیش نظر انگریزی تعلیم کو اہمیت دی اور اس کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔ اس تعلیمی سفر کے آغاز میں انہوں نے اپنا مقصد واضح کرتے ہوئے ایک مرتبہ کہا:

’فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا، نیچرل سائنس بائیں ہاتھ اور کلمہ: ’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر‘۔(موج کوثر ،صفحہ ۱۴۶)

وہ علی گڑھ کے طلبہ کو اپنے خطاب میں اسلامی تعلیمات کی پیروی پر ابھارتے اور انہیں یقین دلاتے تھے کہ خدا سے منہ موڑ کر کسی رتبے کو تم نہیں پا سکتے۔ ایک موقع پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

”یاد رکھو! سب سے سچا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس پر یقین کرنے سے ہماری قوم ،قوم ہے۔ اگر تم نے سب کچھ کیا اور اس پر یقین نہ کیا تو تم ہماری قوم نہ رہے، پھر اگر تم آسمان کے تارے ہوگئے تو کیا؟ بس امید ہے کہ تم ان دونوں باتوں (یعنی علم اور اسلام) کے نمونہ ہوگے اور تب ہماری قوم کو عزت حاصل ہوگی“ ۔(حیات جاوید،صفحہ ۲۱۵)

مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ایمان

مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ایمان اور عمل صالح ہے۔ ایک شخص اگر انجینئر، ڈاکٹر اور پروفیسر ہوجائے یا اپنی دنیوی محنت کے نتیجے میں اچھے عہدے کا مالک بن جائے، لیکن وہ اسلامی تعلیمات اور ضروری احکام سے ناواقف ہو، انبیاء، صلحاء، صحابۂ کرام، خلفائے راشدین اور بزرگوں کی سیرت کو وہ نہ جانتا ہو تو ایسے علم اور عہدے سے کیا حاصل؟ دنیا کی چند بہاریں دیکھنے کے بعد جب آخرت کی زندگی شروع ہوگی تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔ حالاں کہ وہی ابدی زندگی ہے۔ وہاں کی راحت دائمی راحت ہے اور وہاں کی ذراسی پریشانی کے مقابلے دنیا کی ساری کلفتیں اور پریشانیاں ہیچ ہیں۔ بلاشبہ دنیوی علوم وفنون اور عصری تعلیم جائز ہی نہیں بلکہ آج اس کا سیکھنا حالات کا اہم تقاضا ہے تا کہ مسلمان غیر اقوام کا محتاج نہ رہے۔ ہر شعبے

میں ہماری نمائندگی ہو اور بوقت ضرورت مطلوبہ شعبوں میں ہم اپنے مسلمان بھائیوں کا تعاون کرسکیں۔تاہم یادرکھنا چاہئے کہ ایک مسلمان پر سب سے پہلے ایسی تعلیم کا حصول لازم ہے، جو بندوں کوخدا سے مربوط کر سکے۔

اپنی بھی فکر ہواور بچوں کی بھی

یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ مدارس ومکاتب اور علماء سے ہمارا ربط ہو۔ ہمارے بچے صبح سے شام تک غیروں کے حوالے ہوتے ہیں، ان کی تعلیم انکی تہذیب اور تمدن سیکھتے ہیں اب اگر ہم نے گھر میں ان کی نگہبانی نہیں کی اور کم ازکم صبح وشام کی دینی تعلیم کا بندوبست نہیں کیا ان کومکتب میں پڑھنے کے لئے نہیں بھیجا تو کل یہی بچے غیروں کی تعلیم سے متاثر ہوکر اسلام سے نفرت کریں گے۔ اس وقت ہماری آنکھ کھلے گی مگر بہت دیر ہوجائے گی ہمارے بچے ہمارے ہاتھوں سے نکل چکے ہوں گے پھر آخرت میں یہی بچے ہمارا گریبان پکڑیں گے کہ اے اللہ میرے والدین نے مجھ کو اسلامی تعلیم نہیں دلائی غیروں کے حوالے کیا ہم نے غیروں کے طور وطریق کو سیکھا اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گزاری اس لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم اپنی تعلیم کی فکر کریں کم ازکم قرآن، نماز اور کلمہ وغیرہ ہی صحیح طور سے سیکھ لیں اور پھر اپنے بچوں کی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ زور دیں تا کہ آخرت میں ہم گرفت سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

ابوذر رضی اللہ عنہ سے چھ احادیث

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ما اظلت الخضراء ولا اقلت الخبراء من ذی لهجة اصدق ولا او فی من ابی ذر شبه عیسی بن مریم. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

محترمہ معلّمہ صاحبہ وخواتین اسلام ماؤں اور پیاری بہنو!

آج کی اس مجلس میں ایک جلیل القدر صحابی جن کی سچائی اور صدق بیان کی شہادت زبان رسالت نے دی ہے انہیں سے مروی چھ حدیثیں آپ کو سنانی ہیں۔ یوں تو ان سے بہت ساری روایتیں نقل کی گئی ہیں بخاری ومسلم اور احادیث کی دیگر متدلل کتابوں میں بہت سی حدیثیں ان سے روایت ہیں انہوں نے ایک طویل عرصہ

رسول اکرم ﷺ کی صحبت میں گذارا اور جس طرح کی سادگی اور تواضع کی زندگی دور نبوت میں گذاری تھی اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی گوارا نہ کی۔ یہ جلیل القدر صحابی حضرت بوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ سے مروی چھ احادیث جو اکثر کتابوں میں دستیاب نہیں ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

﴿۱﴾ تحیۃ المسجد

مسجد کا بھی ایک سلام ہے اور وہ دو رکعات تحیۃ المسجد کے نام سے ہیں، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: اُٹھ دو رکعات نماز پڑھ۔ (صحیح ابن حبان ۱/۲۸۷، مسند احمد بن حنبل ۵/۲۸۷-۱۸۹) میں ہے۔ اے ابوذر کیا تم نے نماز پڑھی؟ نہیں، آنحضرت! اُٹھ نماز پڑھ- اُٹھ، اس میں دو رکعات کا لفظ نہیں ہے۔

تحیۃ المسجد پڑھنے کی روایت سنن ابی داؤد ۱/۶۷، اور صحیح مسلم ۱/۲۴۸ پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تَجْلِسَ“ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے تمہیں دو رکعات پڑھ لینی چاہئے۔

﴿۲﴾ نماز کی حیثیت

ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آنجناب ﷺ نے مجھ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا تو نماز کی کیا حیثیت ہے؟ آنحضرت ﷺ: یہ بہترین موضوع ہے جو کم پڑھے تو کم بھلائی پائے، اور جو چاہے کہ زیادہ پڑھے تو وہ زیادہ بھلائی پائے۔ (صحیح ابن حبان، مسند احمد صفحہ مذکورہ)

﴿۳﴾ سب سے افضل عمل

میں ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے رسول خدا ﷺ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (صحیح ابن حبان عن ابی ادریس الخولانی عن ابی ذر)

﴿۴﴾ کامل الایمان کون؟

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: اے رسول اللہ ﷺ! مومنین میں سب سے کامل ایمان والا کون ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔

﴿۵﴾ سب سے زیادہ محفوظ مومن

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: کہ اے رسول خدا ﷺ! ایمان والوں میں سب سے زیادہ محفوظ کون ہے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔

اس حدیث کی شاہد بہت سی حدیثیں ہیں جن میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث متفق علیہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات صحیح مسلم وغیرہ میں ہیں، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے۔

﴿۶﴾ نماز کا جزء افضل

اسی حدیث میں ہے نماز کا سب سے افضل حصہ کیا ہے؟ جواب: لمبا قیام، اس ٹکڑے کا شاہد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے

اَبْوَابُ الصَّلٰوۃِ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ طُوْلُ الْقِیَامِ. ۱۱/۱۵۱ میں نقل کیا ہے، اوراس کو ''حسن صحیح'' قرار دے کرفرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مختلف وجہوں سے منقول ہیں، اوراس کے الفاظ بعینہٖ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں:

عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: طُوْلُ الْقِیَامِ.

ابوالزبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ سے سے معلوم کیا گیا: نماز کا کون حصہ سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا لمبا قیام۔

فضائل ابوذر رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین میں ہے ابتداء ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اوراسی وقت کفار کے مجمع میں کھڑے ہوکر برملا اس کا اعلان بھی کردیا جس کے نتیجے میں جسمانی طور پر سخت تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑی اور جب اپنے قبیلۂ غفار میں اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: آسمان کے زیرِ سایہ اور زمین پر کوئی شخص ابوذر سے زیادہ سچا اور بات کا پکا نہیں ہے وہ اپنے زہد اور دنیا سے بے رغبتی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے: نبی علیہ السلام نے فرمایا: اَبُوْذَرٍ یَمْشِیْ فِی الْاَرْضِ بِزُهْدِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ. ابوذر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کے حامل ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر اونٹ کے بیمار یا کمزور ہوجانے کی وجہ سے اونٹ کو وہیں چھوڑ دیا اور سامان کمر پر لاد کر چل دیئے۔ رسول اکرم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: یَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَاذَرٍ ......اللہ رحم فرمائے ابوذر پر اکیلے آرہے ہیں اکیلے زندگی گذاریں گے اور موت بھی تنہائی میں آئے گی اور روئے زمین کی مقدس

جماعت ان کی نماز جنازہ پڑھے گی، روزِمحشر میں بھی سب سے الگ ہی اٹھیں گے کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِخلافت میں مدینہ منورہ سے دور مقام ربذہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے تھے اور بیوی کو وصیت کردی کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو جنازہ گھر کے باہر رکھ دینا کوئی جماعت آئے گی تو اس سے کہہ دینا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھی ابوذر ہیں۔ ان کی تجہیز وتکفین کردو۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کے ساتھ آرہے تھے۔ دیکھا ایک جنازہ رکھا ہوا ہے اور ایک بوڑھی جنازہ کے پاس ہے جب حال معلوم ہوا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور شاگردوں سے فرمایا کہ خوشخبری ہو تمہارے لئے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ روئے زمین کی سب سے مقدس جماعت پڑھے گی۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کی مقدس جماعت بنایا۔ اس پر ہمیں اللہ کا شکر بجالانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ عنہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اچھے اسکول کا انتخاب والدین کا فریضہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

محترمہ صدر معلّمہ عزیزہ طالبات معزز ماؤں اور پیاری بہنو!

اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کی نگرانی والدین کی بہت بڑی ذمہ داری بنتی ہے۔ بچوں کی دنیوی تعلیم کا بندوبست بھی کرنا ضروری ہے اور اخروی تعلیم کا بھی اس دور میں دشمنان اسلام پورے طور پر سازش رچتے ہوئے مسلمان بچوں کے ایمان پر ڈاکہ زنی کررہے ہیں ان کو تعلیم و شائستگی سے کوسوں دور رکھا جارہا ہے۔ اور مغربی تہذیب وتمدن ان کے دماغوں پر مسلط کی جارہی ہے اور اس بات کی پوری کوشش کی

جارہی ہے کہ مسلم بچے اسلامی طور وطریق کو چھوڑ کر یورپ وامریکہ کے گندے اطوار کو اپنائیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب تک اسلامی طور وطریق کو نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک ہم ان پر حکومت نہیں کرسکتے ۔ میڈیا پر ان کا قبضہ ہے بہت سے چینلوں کو اسلام کے خلاف مستقل طور پر استعمال کررہے ہیں اس لئے ایسے وقت والدین کی ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ اپنی اولاد کے لئے ایسے اسکولوں کا انتخاب کریں جہاں اسلامی ماحول ہو اسلامی تہذیب وتمدن کا لحاظ ہو احکام شرعیہ کی پابندی ہو پردے کا معقول نظم ہو لڑکوں اور لڑکیوں کی الگ کلاسیں ہوں۔ کسی بھی قوم کی ترقی میں تعلیم بڑی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ قوم افراد سے بنتی ہے، اور افراد کی ذہنی، اخلاقی، اور روحانی تربیت میں تعلیم کا کردار نمایاں ہوتا ہے، سماج اور معاشرے میں تعلیم یافتہ افراد کی عزت وتوقیر ہوتی ہے، جو قوم تعلیم یافتہ افراد سے پر ہوگی وہی اپنی ممتاز حیثیت قائم کرسکتی ہے۔

جس خاندان اور گھر میں پڑھے لکھے لوگ ہوں وہ خاندان اور گھر دیگر لوگوں سے ممتاز رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے حصول علم پر بہت زیادہ زور دیا ہے، کیونکہ اسلام انسان کے لئے ہر وہ چیز اختیار کرنا ضروری قرار دیتا ہے جو اسے ایک سچا اور اچھا انسان بننے میں معاون ومفید ہو، اسی لئے اسلام نے ہر شخص پر علم کے حصول کو فرض قرار دیا ہے کیونکہ علم کے بغیر نہ اسلامی شعائر پر مکمل عمل ہوسکتا ہے، اور نہ قوم وملت کی صحیح تعمیر وخدمت ہوسکتی ہے، اسی مقصد کی خاطر دور رسالت ہی سے تعلیم وتعلم کے لئے مختلف ذرائع اور وسائل اختیار کئے گئے، اور آج بھی موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے تحت بکثرت مدارس، اسکولس، کالجس اور یونیورسٹیاں موجود ہیں، اور آج مسلم قوم کی طرح ہر مذہب کے لوگ تعلیم کے ذریعہ ترقی کی منازل طے کرنے کے لئے کوشاں ہیں، اور جان توڑ محنت کررہے ہیں، جس کے لئے وہ ہر اس

چیز سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جو تعلیمی سفر کے لئے مددگار ہوتی ہے تاکہ ان کا مستقبل ماضی اور حال کے مقابلہ تابناک اور روشن ہو جائے اور زندگی میں حقیقی عیش و آرام اور فرحت انبساط میسر ہو۔

دینوی تعلیم بھی ضروری

اسلام دینوی تعلیم سے منع نہیں کرتا اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کریں ترقی کے اسباب وذرائع کو بروئے کار لائیں تاکہ ہماری زندگی کے اندر سدھار پیدا ہو اور معاشی اعتبار سے ہم مستحکم ومضبوط ہوں کسی دوسرے کے دست نگر نہ بنیں۔ لیکن یہ بات ہمارے پیش نظر رہے کہ پہلے ہم مسلمان ہیں اسی لئے اسلامی تعلیم ہر چیز سے مقدم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے بچے غیروں کے اسکولوں میں جا جا کر انہیں کی تہذیب وتمدن سیکھ آئیں ہمارے لئے بچوں کی نگرانی اور نگہداشت بہت ضروری ہے اور اسی کے ساتھ اسلامی اخلاق وعادات بھی سکھانا لازمی ہے تاکہ ہمارے بچے مستقبل میں بہک نہ جائیں۔

قوم مسلم پر چند دہائیاں ایسی بھی گذری ہیں کہ اسے اپنے اور اپنی نسل کے روشن وتابناک مستقبل کی کوئی فکر نہ تھی، زندگی کا مقصد کمانا اور کھانا پینا ہی تھا، تعلیم سے بیزاری عام تھی، اعلیٰ تعلیم کے بجائے معمولی تعلیم پر ہی اکتفاء کرنے کا عام رواج تھا، وقت کی بربادی کے سارے لوازمات سے مسلم محلے آباد تھے، جس کی وجہ سے مسلمان علم کی شمع سے محروم تھے، سرکاری وغیر سرکاری کسی بھی شعبہ کے عہدوں پر مسلم چہرے عنقاء تھے، لیکن اس کے بعد بیداری آئی اور قوم مسلم کی غیرت تڑپ اٹھی، غفلت کے بادل چھٹ گئے اور مسلم قوم علم کی بارش سے سرسبز وشاداب ہوگئی، مسلم نوجوان آہستہ آہستہ دینی ودنیوی علوم وفنون میں آسمان کی بلندی کو چھوتے

نظر آئے، لیکن مسلمانوں کی ترقی دشمنان اسلام کو کب گوارہ تھی، مسلمانوں کی یہ بڑھتی ہوئی بیداری اور ترقی تمام مذاہب باطلہ کی آنکھوں کا کانٹا بن گئی، جس کے نتیجہ میں ایک طرف تعلیم یافتہ نوجوانوں کو مختلف جھوٹے الزامات میں پھانس کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا گیا، جس میں سے بعض کو تعلیمی سلسلہ منقطع کرنے پر مجبور ہونا پڑا، انہیں اپنے حقوق سے دست بردار کیا گیا اور ان پر معاشی دروازوں کو بند کرنے کی سازش کی گئی، دوسری طرف بعض باصلاحیت و بااستعداد، لیکن غریب اور مفلس مسلم طلبہ کو تعلیمی اخراجات کا بوجھ ناقابل برداشت ہونے کی بنا پر تعلیمی سفر پر بریک لگانا پڑا، جس کی بنا پر مسلمان طلبہ وطالبات تعلیمی میدان میں پیچھے ہٹنے لگے، ان کے عزائم اور ہمتوں میں بلندی کے بجائے پستی نظر آنے لگی، اور انہیں اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔ بھوک اور پیاس نے مجبور کیا اور پیسے پیسے کو ترسنے لگے تو بہت معمولی کاروبار یا محنت مزدوری شروع کر دی اور زندگی بھر اسی محنت ومشقت والے کام میں لگے رہے اور معاشی استحکام کی فکر کرتے رہے مگر تنگدستی نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا حتی کہ ان کی اولاد کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ اچھے اور ذہین بھی ہوتے ہیں مگر غربت وافلاس کی وجہ سے ان کی صلاحیت اجاگر نہیں ہو پاتی ہے اور احساس کمتری کا شکار ہو کر پوری زندگی معاشی بدحالی کا سامنا کرتے رہتے ہیں۔

اہم اقدام

ایسے نازک حالات میں ایک طرف اسلامی تنظیمیں اور ایجوکیشنل ادارے مسلم طلبہ کیلئے مسیحا وملاح ثابت ہوئے، ان کی تعلیمی راہ میں رہبر وپیشوا بن گئے اور انہوں نے سب سے پہلے طلبہ کو ہمت واستقلال کے قیمتی جوہر سے روشناس کرایا، جگہ جگہ تربیتی کیمپ لگا کر انکے اندر اخلاقی تربیت کے ساتھ تعلیمی بیداری لانے میں

نمایاں کردار ادا کیا، نیز سماجی وسیاسی سوجھ بوجھ کو ایک حد تک ان کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی، انکی طرف سے تعلیمی ترقی کیلئے وقتاً فوقتاً کوچنگ کلاسس منعقد کرانے کا نظم کیا گیا، مختلف اسکالرشپ کے ذریعہ طلبہ کی نصرت ومدد کی گئی، حکومت کی طرف سے ملنے والے تمام تعلیمی حقوق کو وصول کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر حکومت پر دباؤ ڈالا گیا اور تعلیمی میدان میں مسلم طلبہ کو ابھرنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کئے گئے، دوسری طرف ان کوششوں کو کامیاب بنانے وبارآور بنانے کیلئے قوم کے کچھ مخلص مالداروں نے اپنی کمائی کا ایک وافر حصہ خرچ کر کے بہت ہی اہم رول ادا کیا، جو اپنی قوم کے فرزندوں کو علم کے آسمان پر آفتاب وماہتاب کی طرح منور و روشن دیکھنے کے خواہش مند ہیں، یقیناً ان کی یہ تمام کوششیں قابل قدر ہیں، آج بھی ان کی یہ کوششیں جاری ہیں اور وہ اپنے اس مشن میں سرگرم ہیں، جس کے نتیجہ میں سماج میں اعلیٰ تعلیمی ڈگریوں کے حصول کا شوق وجذبہ پیدا ہوا اور ہو رہا ہے جس کے نتیجہ میں سائنس وٹکنالوجی کے فنون میں بھی مسلمانوں کے نام سامنے آرہے ہیں، سرکاری وغیر سرکاری اعلیٰ عہدوں پر بھی مسلم چہرے نظر آرہے ہیں۔

لیکن ان کی تعداد کافی کم ہے اور منزل ابھی کافی دور ہے، اس وقت کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مسلم طلبہ کی تعداد تو کافی ہے، لیکن مسلم طلبہ میں تن آسانی ہے، محنت اور شوق تعلیم کی کمی اور مال ودولت کی فراوانی، والدین کی بےفکری اور حد سے زیادہ اعتماد انہیں دوسروں کے مقابلہ میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی اور اعلیٰ عہدوں کے حصول میں مانع بنتا ہیں، جس کے نتیجہ میں والدین کی ساری تمنائیں، قوم کی ساری امیدیں، اساتذہ کی محنتیں اور اپنے آپ پر حد سے زیادہ خوداعتمادی راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہیں، پھر طالب علم اپنے آپ کو ایک بوجھ محسوس کرنے لگتا ہے اور کبھی خودکشی کی شکل میں ہلاک بھی ہو جاتا ہے، جب کہ خودکشی ایک حرام کام ہے اور اس کا

گناہ سنگین ہے، اگر اتنا ہی ہو تو غنیمت ہے، لیکن والدین اپنی اولاد کے لئے ایسے اسکول اور کالج کا انتخاب کرتے ہیں جہاں ان کا لخت جگر دنیوی ڈگری میں تو اعلیٰ کامیابی کے ساتھ اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو کر اپنا اور اپنے والدین کا نام روشن کرتا ہے مگر وہاں کے ایمان سوز ماحول سے متاثر ہو کر اپنی ایمانی ڈگری سے محروم ہو جاتا ہے، اور اپنی جان کے بجائے حقیقتاً اپنا ایمان قربان کر دیتا ہے جس سے وہ اور اس کے والدین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مجرم بن جاتے ہیں۔

اس لئے اپنے بچوں کے لئے ایسے اسکول اور کالج کا انتخاب کریں جہاں دینی ماحول ہو ایک مومن کے لئے ایمان سے بڑھ کر دنیا وآخرت میں کوئی چیز اہم نہیں ہوسکتی، اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں اور بڑے سے بڑے عہدے اور مناصب آخرت میں کچھ کام آنے والے نہیں ہیں، وہاں تو ایمان کی قدر وقیمت ہوگی اگر ایمان ہے تو سب کچھ ہے اس لئے والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ اولاد کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیں اور ایسے اسکول اور کالج میں جہاں غیر اسلامی ماحول ہو ان کے ایمان پر ڈاکہ زنی کی جارہی ہو ہرگز بھیج کر خراب نہ کریں آج اگر ہم نے ایسا کیا اور بچوں کے مستقبل کی فکر نہ کی تو آخرت میں یقیناً سخت باز پرس ہوگی۔

والدین کی ذمہ داری

یہ جو ایام چل رہے ہیں وہ نئے تعلیمی سال کے ابتدائی ایام ہیں، کچھ طلبہ کا تو تعلیمی سفر سال گذشتہ کے اختتام پر ہی مکمل ہو چکا ہے، اور وہ اپنے ذریعہ معاش کی جستجو میں مگن ہیں، بعض طلبہ نے اپنی مجبوری اور ناکامی کی وجہ سے اپنا تعلیمی سلسلہ منقطع کر دیا ہے، کچھ طلبہ کا تعلیمی سفر ابھی باقی ہے، اور کچھ معصوم بچے ابھی اپنے علمی سفر کا آغاز کرنے والے ہیں، جس کے لئے ان ایام میں بہت سے والدین اپنی

اولاد کے لئے کسی ایسے اسکول کی تلاش میں ہیں جہاں کی تعلیم معیاری، اساتذہ محنتی ومشفق اور ماحول سازگار ہو، وہ ایسے اسکول کی بڑی سے بڑی فیس کو خوشی کے ساتھ ادا کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں، اور ہر طرح کی تکلیف کو راحت سمجھنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں، جس کا ایک ہی مقصد ہے کہ ان کی اولاد تعلیم یافتہ لوگوں میں شمار ہو، یقیناً آج اس کی ضرورت بھی ہے لیکن والدین کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ جس اسکول کا انتخاب کر رہے ہیں وہ اسکول ایسا ہو جس میں ان کی اولاد کا ایمان محفوظ رہ سکے، وہ اسکول ایسے عقائد سے پاک ہو جو اسلامی عقائد سے متصادم اور معارض ہوں، اور اس بات کا یقین ہو کہ جس طرح ہماری اولاد اسکول میں داخل ہوتے وقت ایمان ویقین کے خزانہ کی مالک تھی اسی طرح اپنے تعلیمی سلسلہ کو مکمل کرنے تک اس خزانہ کی محافظ اور امین رہے گی۔

آج قوم وملت کے ان صاحب ایمان افراد کی کوششوں کی وجہ سے ایسے اسکولوں کی کمی نہیں ہے جہاں معصوم بچوں کے ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ معیاری تعلیم کا بھی نظم ہے، اگر والدین نے اس بات کا خیال نہیں رکھا اور صرف اعلیٰ تعلیم کو ہی مقصد بنا کر ایسے اسکول کا انتخاب کیا گیا جس کے منتظمین ایمان کی دولت سے محروم ہوں، جس کے اساتذہ کفر وشرک کے متوالے ہوں، جہاں دین بیزاری کا ماحول ہو اور غیر اسلامی طور وطریق ہوں، اور اسلامی عادات واخلاق اور اسلامی احکام سے لوگ متنفر ہی نہیں بلکہ زبردست مخالف بھی ہوں آئے اور دن مسلمانوں کے مذہبی رسوم اور اسلامی طرز وطریق سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتے ہوں کبھی پردے کی مخالفت ہو رہی ہو کبھی داڑھی اور کرتے پر نشانہ بازی ہو رہی ہو اور کبھی وندے ماترم پڑھنے پر مجبور کیا جا رہا ہو تو ایسے ماحول میں تعلیم پانے والے بچے کیا اپنے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں؟ کیا مستقبل میں ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اسلامی احکام

کو اپنائیں گے؟ اس لئے ہم اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً“ ”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ“۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے آپ کو جہنم سے بچانا تو سمجھ میں آتا ہے کہ احکام شرعیہ پر عمل کریں اور منہیات سے بچیں لیکن گھر والوں کو بچانے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جن چیزوں پر عمل کرتے ہو انہیں گھر والوں کو بھی کرنے کا حکم دو اور جن چیزوں سے بچتے ہو گھر والوں کو ان سے بچنے کا حکم کرو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم خود بھی شریعت کے پابند ہوں اور گھر والوں کو بھی اس کا پابند بنائیں۔ اللہ تعالیٰ قوم کے نونہالوں کی حفاظت فرمائے اور دینی ودنیوی ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

طالبات یا طلباء کا مقام اور فضیلت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

محترمہ صدر معلّمہ عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! نبی کریم ﷺ نے علم سیکھنے کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی۔ آج اسی تعلق سے طلبہ وطالبات کے مقام اور ان کی فضیلت کے عنوان سے کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔ سب سے پہلے یہ بات جان لینی چاہئے کہ یہ فضیلت علم دین حاصل کرنے والوں کیلئے ہے نہ کہ دنیوی فنون حاصل کرنے والوں کیلئے۔ دنیوی علوم وفنون تو صرف دنیا ہی تک ہے۔

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِی الْاَرْضِ کَمَثَلِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ ''کہ زمین پر علما کی

مثال ایسی ہے جیسے آسمان پر روشن ستارے ہوں'' گویا آسمان کی زینت ستاروں سے ہے اور زمین کی زینت علماء پرہیزگاروں سے ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّهٗ یَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ کُلُّ شَیْئٍ حَتَّی الْحِیْتَانَ فِیْ جَوْفِ الْبَحْرِ (کہ عالم کے لئے ہر چیز استغفار کرتی ہے، حتی کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی اس کے لئے استغفار کررہی ہوتی ہیں)۔

صفوان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: مَا مِنْ رَجُلٍ خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ لِیَطْلُبَ الْعِلْمَ اِلَّا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلٰئِکَةُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِلّٰهِ لِمَا یَصْنَعُ (جب کوئی بندہ علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے اپنا پر بچھاتے ہیں اس بات سے خوش ہو کر کہ وہ کتنے عظیم کام کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے)۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْهِ الْعِلْمَ سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقاً اِلَی الْجَنَّةِ (جو بندہ علم حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے اللہ رب العزت اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان فرما دیتے ہیں) بلکہ ایک روایت میں یہاں تک فرمایا گیا: مَنْ کَانَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ کَانَتِ الْجَنَّةُ فِیْ طَلَبِهٖ (جو شخص علم کی طلب میں ہوتا ہے جنت اس بندے کی طلب میں ہوتی ہے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ (جو اپنے گھر سے علم حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے یہاں تک کہ گھر لوٹ کر واپس آجائے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثَلٰثَةٌ (قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے، اَلْاَنْبِیَاءُ، پھر دوسرا فرمایا: ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، اور تیسرا فرمایا: ثُمَّ الشُّهَدَاءُ یعنی شہید کی شفاعت کی باری تیسرے نمبر پر آئے گی، تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کو یہ چیز بہت پسند ہے

کہ میرے بندے علم حاصل کریں، چنانچہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ دو حریص ایسے ہیں جن کی حرص ختم نہیں ہوتی، ایک دنیا کا حریص جب تک قبر میں نہ پہنچ جائے، اور دوسرا علم کا حریص اس کو بھی کبھی سیری حاصل نہیں ہوتی، وہ ہر لمحے مزید علم حاصل کرنے کے لئے فکر مند رہتا ہے۔

جبل بن غیث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ سے دمشق حصول علم کیلئے آیا، ابودرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہارے اس سفر کا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فقط علم حاصل کرنا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے اپنے گھر سے نکلتا ہے فرشتے اسکے پاؤں کے نیچے اپنے پر بچھاتے ہیں، مچھلیاں اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتی ہیں، اور عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح چودھویں کے چاند کو ستاروں پر، ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِی (اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما) تو جو صحابہ موجود تھے انہوں نے عرض کیا: مَنْ خُلَفَاؤُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خلفاء کون ہیں؟) قَالَ: اَلَّذِیْنَ یَرْوُوْنَ الْاَحَادِیْثَ اَحَادِیْثِی وَیُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ (کہ وہ لوگ جو میری احادیث کی روایت کریں گے اور احادیث لوگوں کو سکھائیں گے تعلیم عطا کریں گے وہ لوگ میرے خلفاء ہوں گے)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت عمدہ دعا دی: نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَءً سَمِعَ مَقَالَتِی فَوَعَاھَا (اللہ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جو میری بات کو سنے، محفوظ کرے، اور پھر اس کو دوسروں تک پہنچادے) اب دیکھئے چہرہ تروتازہ تو تب ہوگا جب دنیا کا کوئی جھمیلا نہ ہو، اگر انسان دنیا کی مصیبتوں میں گرفتار ہو تو چہرہ اترا ہوا ہوتا ہے، پریشانی چہرے پر واضح ہوتی ہے، ایک لفظ میں اتنی خوبصورت دعا دے دی کہ سارے مسئلے ہی حل ہوگئے کہ اللہ اس کے چہرے کو تروتازہ رکھے۔ سبحان اللہ۔

اسلاف میں دین کی طلب

آپ غور فرمائیں کتنے خوش نصیب ہیں وہ طلباء اور طالبات جو علم حدیث پڑھتے ہیں سیکھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد اس کو سکھاتے ہیں۔ الحمدللہ آج کل تو پڑھنے کی بڑی سہولیات ہوگئی ہیں جس کتاب کی ضرورت ہو وہ بآسانی دستیاب ہوجاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں ایک ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے سینکڑوں میل کا سفر کرنا پڑتا تھا علم اتنی آسانی سے حاصل نہیں ہوتا تھا سواریاں آج کی طرح نہیں تھیں لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر کیا کرتے تھے جس میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا توشۂ سفر ساتھ میں رکھنا پڑتا تھا، راستہ میں کہیں ہوٹل وغیرہ کا نظم نہیں ہوا کرتا تھا، مگر آج مہینوں کا سفر دنوں نہیں بلکہ گھنٹوں میں طے کیا جاتا ہے اور مدارس کی بھی کمی نہیں لیکن آج علم کا وہ شوق نہیں رہا جو پہلے تھا پہلے کے مدارس خالص اخلاص وللّٰہیت پر مبنی تھے اور آج اس کا فقدان ہے۔

دورِ نبوت کا سب سے پہلا مدرسہ

اسلام کی تاریخ کا سب سے پہلا مدرسہ مسجد نبوی میں بنا گو اس کا کوئی نام تو مختص نہیں تھا، لیکن ہم اسے جامعہ صفہ کہہ سکتے ہیں جس کے طلبہ چند مہاجرین صحابہ تھے، یہ مسجد نبوی کے صحن میں بنائے گئے چبوترے پر رہتے تھے اور وہاں پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دین سیکھتے تھے، جیسا کہ ہر جامعہ کے اندر کوئی سیلبس ہوتا ہے، تو جامعہ صفہ کا سیلبس، قرآن عظیم تھا، الٓرٰ. کِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (ابراہیم:۱) ’قرآن اللہ نے اتارا کہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے‘ گویا ان کا نصاب قرآن تھا ہر جامع معانی اور بڑی

کتاب کی تشریح ہوتی ہے، تو قرآن کریم کی تشریح سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے حبیب ﷺ میں نے آپ کو بھیجا: لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل:۴۴) آپ واضح فرمادیجئے، جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا، احادیث مبارکہ گویا اس کی تشریح ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبان سے بھی پڑھایا اور عمل سے بھی سکھایا ہر مدرسے کے اندر مختلف اوقات تعلیم مقرر ہوتے ہیں، لیکن یہ جامعہ صفہ تھا جس کے اوقات تعلیم چوبیس گھنٹوں پر مشتمل تھے، چنانچہ رات کا وقت ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں تشریف لائے، دیکھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت سراً کررہے ہیں، اور عمر رضی اللہ عنہ تلاوت کررہے ہیں ذرا جہر کے ساتھ، تہجد کی نماز تھی جب دونوں نے نفل مکمل کرلئے، حاضر خدمت ہوئے نبی علیہ السلام نے پوچھا، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا: اے اللہ کے حبیب ﷺ میں اس ذات کو سنارہا تھا جو سینوں کے بھید جانتی ہیں تو اونچا پڑھنے کی کیا ضرورت تھی! نبی علیہ السلام نے فرمایا! عمر رضی اللہ عنہ تم اونچا کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا اے اللہ کے حبیب ﷺ میں سوئے ہوؤں کو جگارہا تھا، شیطان کو بھگا رہا تھا، تو نبی ﷺ نے دونوں کو سکھلایا کہ عمر رضی اللہ عنہ تم ذرا آہستہ آواز کرلو، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تم تھوڑا سا جہر کرلو، یہ آخری پہر ہے رات کا، اس وقت نبی علیہ السلام اپنے شاگردوں کو دین سکھا رہے ہیں، جس وقت اللہ کے نبی علیہ السلام مسجد میں آجاتے تھے، پریڈ شروع ہوجاتی تھی، سیکھنے سکھانے کا یہ عمل شروع ہوجاتا تھا، چنانچہ یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم دین حاصل کرتے باقی صحابہ جو غیر حاضر ہوا کرتے آنے کے بعد سوال کرتے کہ آج نبی علیہ السلام نے کیا آیت سکھائی، کیا بات سکھائی، تو یہ دوسرے صحابہ کو بتادیتے تھے، یہ دین اسلام کا پہلا اقامتی مدرسہ تھا، مگر ایک بڑا فرق تھا، ہر مدرسے کے اندر مطبخ ہوتا ہے، طباخ ہوتا ہے، شاگردوں کے لئے کھانے کا انتظام ہوتا ہے مگر یہ وہ مدرسہ تھا

جس میں نہ مطبخ تھا، اور نہ کوئی طباخ اکثر فاقے ہوا کرتے بعض مرتبہ یہ عالم ہوتا کہ بھوکے رہ کر کئی کئی دن گزر جاتے اس مدرسے کے ایک طالب علم جن کا نام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے وہ کہتے ہیں:

میں اتنا بھوکا تھا کہ مجھ سے اٹھ کر کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا، میں مسجد کے دروازے کے قریب آکر بیٹھ گیا، نبی علیہ السلام نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، لوگ چلے گئے میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، گزر گئے، میں سمجھ گیا کہ ان کے گھر میں آج کھانا نہیں، عمر رضی اللہ عنہ آئے، گذر گئے، میں سمجھ گیا کہ ان کے گھر میں بھی کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے، ورنہ یہ مجھے اس حال میں دیکھ کے ضرور مجھے دعوت دیتے، نبی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیوں لیٹے ہوئے ہو؟ بتایا کہ نبی ﷺ اتنی بھوک ہے کہ جس کی بنا پر کھڑا نہیں ہوا جاتا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو اپنے گھر لے گئے، گھر والوں سے معلوم کیا کہ کوئی کھانے کی چیز رکھی ہے؟ عرض کیا، دودھ کا ایک پیالہ ہے، تو فرمایا کہ لاؤ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے امید ہوئی کہ چلو ایک پیالہ دودھ کا بندوبست ہوگیا مگر، جب پیالہ آیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جاؤ اور کو بلالاؤ۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی میں گئے اور جتنے وہاں پر اصحاب تھے ان کو بلا لائے، ستر آدمی ہیں میرے لئے کیا بچے گا، مگر جانتے تھے کہ آقائے نامدار محمد عربی ﷺ کی عادت شریفہ ہے کہ جس کے ذریعہ مہمانوں کو بلایا کرتے اسی سے میزبانی کا کام بھی لیا کرتے اور پھر آخر میں اسے اپنے ہمراہ بٹھا کر کھلایا کرتے تھے۔ چنانچہ مجھے حکم فرمایا کہ یہ دودھ کا پیالہ لو اور ہر ایک صحابی کو ترتیب سے پلاتے جاؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور ہر صحابی کے ہاتھ میں پیالہ دیتا رہا۔ ہر آدمی نے پیٹ بھر دودھ پیا جب سیراب ہوجاتا تو پیالہ مجھے دیتا۔ یہاں تک کہ سب نے سیر حاصل دودھ پیا اور رخصت ہوگئے۔ مگر پیالہ ہے کہ دودھ سے ایسے ہی بھرا ہوا ہے جیسا پہلے تھا اب نبی

کریم ﷺ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پیو! میں نے پیالہ ہونٹوں سے لگا کر پینا شروع کیا جب پیٹ بھر گیا تو دودھ کا پیالہ رکھنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور پیو۔ میں نے پھر پیا۔ تیسری مرتبہ بھی آپ ﷺ نے اسرار کیا میں نے عرض کیا، اے اللہ کے حبیب ﷺ اب میرا پیٹ بھر گیا ہے مجھ سے نہیں پیا جا رہا ہے، تو اللہ کے حبیب ﷺ نے اس بچے ہوئے دودھ کو نوش فرمایا۔

علم دین کی قدر ہمارے دلوں سے نکل گئی

آج علم دین کی اہمیت ہمارے دلوں سے نکل گئی ہے وہ شوق وجذبہ نہیں رہا جو ہونا چاہئے۔ دنیوی تعلیم کے لئے بڑی محنتیں کی جاتی ہیں اور اسکول کے جتنے بھی اصول وضوابط ہوتے ہیں۔ وہ سب بروئے کار لائے جاتے ہیں اور ہزاروں سینکڑوں روپئے اس پر صرف کئے جاتے ہیں۔ پہلے اسکول کی فیس پھر الگ سے ٹیوشن اور کورس وغیرہ کے نام پر بہت پیسے والدین خرچ کرتے ہیں مگر جو بچہ مدرسہ میں پڑھتا ہے والدین کو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی اس کیلئے پیسہ خرچ کرنا بھی بار سمجھتے ہیں، تاریخ کی کتابوں میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ امام ربیعۃ الرائے کی والدہ نے ان کی تعلیم وتربیت پر تیس ہزار اشرفیاں صرف کردیں جانتے ہیں اشرفی کہتے ہیں؟ اشرفی کہتے ہیں سونے کے سکے کو جس کی مقدار آج کے اس مہنگائی کے دور میں کئی کروڑ روپئے ہوتی ہے مگر ان کے دلوں میں علم دین کی اہمیت تھی اس لئے ہر طرح کی قربانی پیش کر دیا کرتے تھے اگر ہمارے اسلاف کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آج علم دین صحیح سالم ہم تک نہ پہونچ پاتا اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ان بزرگوں کی میراث کو برقرار رکھیں اور علم دین کی اہمیت کو سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم دین کے سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ!

قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. ”اُنْزِلَ الْقُرْآنَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ“. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

معزز معلمات عزیزہ طالبات خواتین ماؤں اور بہنو! قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ پر حسب ضرورت تیئس سال میں نازل ہوئی، اس کتاب کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا وعدہ فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ بلاشبہ ہم نے ہی قرآن کریم کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ قرآن کریم کے علاوہ کئی کتابیں اور صحیفے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے نازل فرمائے۔ مگر کسی بھی کتاب وصحیفہ کے متعلق

حفاظت خداوندی کا یہ مژدہ نہیں ملا بلکہ ان کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری خود ان کی قوموں کے سر ڈالی گئی اس لئے وہ کتابیں اسی وقت تک محفوظ رہیں جب تک ان لوگوں نے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں یا جب تک اللہ تعالیٰ کو محفوظ و باقی رکھنا منظور تھا۔ توریت وانجیل آج بھی دستیاب ہیں مگر اصل شکل میں نہیں حتی کہ یہ بھی بتایا جا سکتا کہ یہ کتابیں کن زبانوں میں نازل ہوئیں اور ان کتابوں میں کتنی تبدیلیاں ہوئیں مگر قرآن کریم ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس میں نزول کے بعد سے لے کر آج تک کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہے نہ ہوگی۔ دشمنان اسلام نے ہر دور میں اس کی کوشش کی مگر ان کو اپنے منہ کی کھانی پڑی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ کئی الفاظ اس انداز سے پڑھ رہے ہیں جس طرح مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھائے تھے۔ میں نے چاہا کہ نماز ہی میں ٹوک دوں لیکن میں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیر لیا۔ تب میں نے ان سے کہا کہ: آپ کو یہ سورت کس نے سکھائی ہے جو میں نے ابھی آپ کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ میں نے کہا۔ آپ غلط کہتے ہیں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مختلف انداز سے سکھائی ہے۔ میں انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے انہیں سورۂ فرقان اس طریقہ کے خلاف پڑھتے سنا ہے جس طریقہ پر آپ نے مجھے سکھایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: انہیں چھوڑ دو اور ہشام سے کہا پڑھو: انہوں نے اسی

طریقہ پر پڑھا جس طریقہ پر انہیں پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح نازل ہوئی''۔ پھر عمر سے کہا۔ ''آپ پڑھو''۔ میں نے اسی طرح پڑھا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسی طرح نازل ہوئی ہے''۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ''یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے لہٰذا جو طریقہ آسان ہو اس طریقہ پر قرآن پڑھ لیا کرو''۔ (بخاری رباب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ہشام بن حکیم پر اس طریقہ کے خلاف قرآن کریم پڑھتے ہوئے سن کر بہت غصہ آیا جس طریقہ پر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔ وہ نماز ہی میں ٹوک دینا چاہ رہے تھے، لیکن نماز کے ختم ہونے تک صبر کیا۔ جیسے ہی نماز ختم ہوئی انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گئے۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس حکمت کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گرم جذبہ کو ٹھنڈا کرتے ہوئے دونوں کے طریقۂ تلاوت کو نہ صرف درست بتایا بلکہ اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ قرآن مجید سات طریقوں پر نازل ہوا ہے۔ لہٰذا جو طریقہ آسان ہو اس طریقہ پر قرآن پڑھ لیا کرو۔

آپ نے اپنی حکومت و دانائی ہی کے ذریعہ مشتعل صحابہ کے مزاج و نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے انکے جذبات واحساسات کو ایسا رخ دیا کہ تاریخ کا سنہرا باب ثابت ہوا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین میں حاصل ہونے والا تمام مال فیٔ تالیف قلب کے طور پر مہاجرین صحابہ میں تقسیم کر دیا، انصار صحابہ کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس پر انصار صحابہ میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ مصیبت کے وقت ہم کام آئے اور جب مال تقسیم کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھول گئے۔ جب یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انصار صحابہ کو جمع کیا اور حمد وثنا کے بعد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضَلاَلاً فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِىْ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ فَاَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِىْ وَعَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِىْ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تَجِيْبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلَهُ اَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا اَلاَ تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رِحَالِكُمْ لَوْ لاَ الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ اِمْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ وَلَو سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِىَ الْاَنْصَار وَشِعْبًا. (بخاری/باب بدءالوحی)

اے انصار کی جماعت! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا؟ پھر اللہ نے تم کو میرے ذریعہ ہدایت دی۔ تم مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے اللہ نے میرے ذریعہ تمہارے درمیان الفت ومحبت پیدا کی۔ تم محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تم کو بے نیاز کیا۔ ہر ایک جواب میں انصار کہتے اللہ اور اس کے رسول ہی کا فضل واحسان ہے۔ آپ ﷺ نے کہا: تم لوگ رسول اللہ ﷺ کو کیوں جواب نہیں دیتے؟ ہر ایک کے جواب میں انصار کہتے ''اللہ اور اس کے رسول ہی کا فضل وکرم ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے انصار سے مخاطب ہوکر کہا اگر تم چاہو تو کہو اے محمد ﷺ! تم ہمارے پاس ایسی اور ایسی حالت میں آئے۔ پھر نبی ﷺ نے کہا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکری اور اونٹ لے کر جائیں اور تم نبی کو اپنے گھر لے کر جاؤ۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی اور اس کی گھاٹی میں جاؤں گا'' مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ نے پھر انصار کے لئے دعا کی ''اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَاءَ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءَ

اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ'' اے اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور ان کے پوتوں پر رحم فرما۔

نبی اکرم ﷺ کی حکمت ودانائی

نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اہل مدینہ کے دو قبیلہ اوس وخزرج کی آپس میں بڑی جنگیں چلتی رہتی ہیں معمولی معمولی باتوں پر دونوں قبیلے سالہا سال لڑتے رہتے تھے جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حکمت ودانائی کے پیش انصار ومہاجرین کا آپس میں مواخات کرادیا اور یہودیوں اور مسلمانوں میں سیاسی حکمت عملی کے پیش نظر معاہدہ بھی کرایا تاکہ یہودیوں کی طرف سے کوئی خطرہ پیش نہ آئے ایک دفعہ کسی غزوہ میں یا ایک چشمہ پر ایک انصاری اور ایک مہاجر کا آپس میں جھگڑا ہوگیا مہاجر نے کہا یالَلْمُهَاجِرِيْنَ اور انصار نے کہا یالَلْاَنْصَارِ مہاجر نے مہاجروں کو بلویا اور انصاری نے انصار کو بلوایا اور اس طرح قوی امکان تھا کہ انصار ومہاجرین آپس میں دست وگریباں ہوجائیں لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی حکمت عملی سے اس کو دفع فرمادیا۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ تمہارے لئے رسول اکرم ﷺ کی سیرت میں بہتر پیروی اور عمدہ نمونہ ہے۔ قرآن کریم نے آپ ﷺ سے محبت کرنے کو خدائی محبت قرار دیا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ اے نبی فرمادیجئے کہ اگر تم کو خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری اتباع کرو اللہ تم کو پیار کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ ہم زندگی کے جس شعبہ میں چاہیں آپ ﷺ

کا عملی نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اگر ہم زندگی کے ہر موڑ پر نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو آئیڈیل بنائیں تو ہر ہر مسئلہ حل ہوجائے گا اور آئے دن کے جو جھگڑے رونما ہورہے ہیں وہ ہرگز پیش نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

خدارا بچوں کی صفت کو اپنائیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. مَامِنْ عَبْدٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلُ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ خُرُوْجِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

سامعین باوقار خواتین اسلام! ایک مومن کا کام یہ ہے کہ حکمت کی بات کہیں بھی ملے اس کو حاصل کرلے۔ کیونکہ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ بچے کچے ہوتے ہیں، ان کا دماغ پختہ نہیں ہوتا، ان کو کوئی تجربہ نہیں ہوتا، ان کی حرکتیں اور ان کی باتیں بچکانہ ہوتی ہیں، بڑے بڑے دانشوروں نے، علماء اور اولیاء نے اپنے بچپن میں بچکانہ فطرت والے کام کئے ہیں، لیکن بچو کی کچھ حرکتیں اور صفات ایسی

ہوتی ہیں کہ بڑے ان کو اپنالیں تو ان کی زندگی انتہائی سکون کے ساتھ پار ہوجائے اور آخرت کی دائمی زندگی میں بھی کامیابی سے سرفراز ہوں۔

آنسوؤں کی قیمت

پہلی صفت: بچے رو رو کر اپنی بات منوالیتے ہیں، رونا کتنی پیاری صفت ہے، اللہ تعالیٰ کی مختلف بیش بہا نعمتوں میں آنسو بہت ہی بیش قیمت سرمایہ ہے، بشرطیکہ اس کا صحیح استعمال کیا جائے، آنسو کا ایک قطرہ وہ درِ بے بہا ہے جس کی قیمت سوائے خالق دوجہاں کے کوئی اور نہیں دے سکتا، آنسو کا ایک قطرہ جو خشیت الٰہی اور گناہوں پر ندامت کی وجہ سے آنکھوں سے ٹپک پڑا ہو اتنی زبردست تاثیر رکھتا ہے کہ آتشِ جہنم کو بجھا دیتا ہے، بقول حضرت پرتاب گڑھی علیہ الرحمہ۔

تسلی ہم گنہگاروں کو حاصل ہوگئی احمد
بجھادیں گے جہنم کو یہ آنسو ہیں ندامت کے

اور شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی اچھی بات کہی ہے:

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو چند تھے میرے عرق انفعال کے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اشکِ ندامت کی اثر انگیزیاں بیان فرماتے ہیں:

مَامِنْ عَبْدٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ کَانَ مِثْلُ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ خُرُوْجِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.

(ابن ماجه: ۳۱۹)

کسی مومن بندہ کی آنکھ سے (ندامت) اور اللہ کے خوف سے جو آنسو نکل آئیں اور اس کے رخسار پر لگ جائیں اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہوں، تو اس چہرہ کو

اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ پر حرام فرمادیتے ہیں۔ اس لئے آنسو ایک ایسا کیمکل ہے جس کو ''جہنم پروف'' کہا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا نے آنکھوں جیسی نعمت اس لئے عطا کی ہے کہ اس کی یاد میں آنسو بہائیں اور ان آنسوؤں کے ذریعہ گناہوں کو دھوکر بارگاہِ خداوندی میں پاک وصاف حاضر ہوں:

دل دیا ہے اس نے تخمِ عشق بونے کیلئے
آنکھ دی ہے اس نے ساری عمر رونے کیلئے

بچوں کا یہ وصف رونے کا بڑوں کو اختیار کرنا چاہئے تاکہ گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوجائے اور جو کچھ مانگنا ہو اللہ سے رو کر گڑگڑا کر مانگ لیں ایک ماں اپنے بچے کو روتا اور بلکتا دیکھ کر صبر نہیں کرسکتی اس کی تمنا کو پورا کردیتی ہے اور اللہ تو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں تو کیونکر اپنے بندے کی فریاد نہیں سنیں گے۔

تواضع بیش قیمت سرمایہ ہے

دوسری صفت: ''تواضع'' بچے مٹی سے کھیلتے ہیں، بڑے شوق سے مٹی میں سوتے ہیں، بڑے سے بڑے مالدار کا لڑکا ہو، قالینوں پر سونے والا ہو، سونے کے پلنگ پر لیٹنے والا ہو لیکن موقع پائے گا تو مٹی ہی میں کھیلے اور سوئے گا، زمین کے ساتھ یہ طبعی مناسبت بچے کے اندر تواضع کی دلیل ہے، اگر یہ صفت بڑوں میں پیدا ہوجائے تو کیا کہنا۔

تواضع وانکساری ایسا بیش قیمت سرمایہ ہے کہ جس کو یہ مل جائے، وہ لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہوتا ہے، اور خالق کائنات اس کو سربلندی عطا کرتے ہیں۔ مَنْ تَوَضَّعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (بیہقی شعب الایمان: ۶/۲۷۶)

جوشخص اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ بزرگ وبرتر اس کو سر بلند عطا کرتے ہیں۔ بزرگانِ دین کا کہنا ہے کہ جو آدمی بڑا بننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ چھوٹا بن کر رہے، کیوں کہ چھوٹا بن کر رہنے میں بڑائی ہے۔ زمین کی طرح جس نے عاجزی وانکساری کی خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانپا آسماں ہوکر:

تواضع کا طریقہ سیکھ لو، لوگو! صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن

اور عقلمند شخص وہی ہے جو نصیحت کی بات کو قبول کرلے خواہ کسی جگہ ملے۔ **اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤمِنُ** حکمت مومن کی گم شدہ چیز جہاں پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے اسلئے بچوں کی یہ صفت تواضع وانکساری بڑوں کو ضرور اختیار کرنی چاہئے۔

قناعت بھی بڑی نعمت ہے

تیسری صفت قناعت۔ بچوں کی یہ عادت کہ انہیں جو سادہ یا پرتکلف کھانا دے دو اسی کو کھالیتے ہیں، جب بھوک لگتی ہے اسی سے اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں، خشک روٹی کا ٹکڑا بھی چبا کر خوش ہوجاتے ہیں، اور اسی پر قناعت کرلیتے ہیں، یہ صفت اگر بڑوں میں پیدا ہوجاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ برکت فرماتے اور راحت کا سبب بنا دیتے ہیں۔

دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنی ساری خواہشات پوری کرسکے ”کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد“ بڑے سے بڑا سرمایہ دار اور بادشاہ ایسا نہیں ملے گا جو کہہ دے کہ میری ساری آروزئیں مکمل ہوگئیں اس دارفانی کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بنی آدم کا پیٹ بھردے، صرف قناعت ایک ایسی بیش قیمت دولت ہے جو بنی آدم کا پیٹ بھر سکتی ہے، جس فرد بشر کو یہ دولت حاصل ہوجائے وہ سب سے بڑا غنی ہے،

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: **لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرْضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ** (سنن ترمذی:۶۲/۲)

مال ودولت کی بہتات کا نام مالداری نہیں اصل استغناء اور مالداری تو دل کا استغناء ہے۔

اگر کسی کے پاس سیم وزر کی بہتات ہو، لیکن دوسروں کے مال وزر اور عزت وشہرت پر لالچ کی نگاہ ڈالتا ہے، اس کا دل اسکے پاس موجود مال ومتاع راضی نہیں ہے، تو ایسا شخص غنی نہیں ہے، بلکہ غنی وہ شخص ہے جو مناسب دوڑ دھوپ کے بعد جائز طریقہ سے جو کچھ مل جائے، اس پر راضی ہوجائے اور یہ مزاج بن جائے: ”رَضِیْنَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِیْنَا“ ہم راضی ہیں اس پر جو رب کریم نے ہمارے لئے تقسیم فرمادیا ہے۔

فرمان نبوی ہے: ”**وَارْضِ بِمَا قَسَمُ اللّٰہِ لَکَ تَکُنْ اَغْنٰی النَّاسَ**“ اللہ کی تقسیم پر راضی رہو، تم سب سے بڑے مالدار ہوجاؤ گے۔ (سنن ترمذی:۵۶/۲)

اصل مالداری دل کی مالداری ہے کیونکہ غنائے نفس جب انسان کو حاصل ہوجائے تو حرص وطمع اسکے اندر نہیں رہتی جو بہت سی برائیوں اور خرابیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ کسی عربی شاعر نے کہا ہے:

وَاسْتَغْنِ مَا أَغْنَاکَ رَبُّکَ بِالْغِنٰی
وَاِذَا تُصِبْکَ خَصَاصَۃً فَتَحَمَّلَ

جب تک تیرا رب تجھے مالداری سے مالا مال کرتا رہے تو استغناء اور قناعت اختیار کر، اور جب تجھ پر تنگدستی اور فقر وفاقہ کی مصیبت آپڑے تو صبر کر۔ صبر بھی اللہ کی عظیم نعمت ہے کیسے ہی حالات ہوں انسان کو صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ** اور صبر کرو اس پر جو تجھ کو پہونچے۔

یہ دنیا مع اپنے سازوسامان کے فانی ہے

چوتھی صفت: بچے جب کھیلتے ہیں تو مٹی کے گھر بناتے ہیں، پھر ان گھروندوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اور خود ہی ان کو توڑ دیتے ہیں، بچے اپنی اس صفت سے بتاتے ہیں کہ دنیا دار الفناء ہے، اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ ہمیں اس دنیا کے کارخانے کی ہر چیز چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ جب دنیا کی ہر چیز چندروزہ ہے، یہاں کا عیش فانی ہے، اس کارخانہ کا ہر لباس بوسیدہ ہو جائے گا اور موت اچانک آکر یہاں کے اسباب عیش وعشرت سے جدا کر دے گی، یہاں کی ہر خوشی کے ساتھ غم کے کانٹے، صحت کے ساتھ بیماری کا اندیشہ اور مالداری کے ساتھ غربت کا کھٹکا لگا ہوا ہے، جوانی کی رعنائیوں کے ساتھ بڑھاپا بھی ہے، تو کتنی بڑی نادانی ہے کہ اس دنیا سے دل لگا کر اپنے مقصد حقیقی کو فراموش کر دیں۔

بے ثباتی جس کا حاصل کیا اسے ہوگی ثبات
دل لگائے تجھ سے کیوں اے دل ربائے زندگی

کینہ انسان کو گھن کی طرح کھاتا ہے

پانچویں صفت: بچوں کے اندر یہ صفت کتنی اچھی ہے کہ اگر ایک دوسرے سے جھگڑا کر لیتے ہیں، تو صلح کرنے میں دیر نہیں کرتے، ان پیاروں کے سینہ میں کینہ نہیں ہوتا، تھوڑی دیر میں ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں۔ کتنا عمدہ وصف ہے کہ بڑی سے بڑی دشمنی اور جھگڑے کو ختم کرسکتا ہے آج لوگوں میں جو اختلاف ہے اور آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب صاف نہیں ہیں ایک دوسرے کے تعلق سے برائی اور کینہ اپنے دلوں

میں رکھتے ہیں۔ یہی حسد بغض عداوت ہی نا اتفاقی کی بڑی وجہ ہے۔ اگر بچوں کا یہ پیارا وصف ہمارے اندر آ جائے تو ہمارا معاشرہ جھگڑے کی بے برکتی اور ظلمت سے پاک ہو کر نورانی معاشرہ بن جائے، ہماری صف اتحاد میں کوئی خلل پیدا نہ ہونے پائے اور شیطان ہارے اندر گھس کر فتنہ پھیلانے سے ناکام رہے۔

اتحاد و اتفاق بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے

آپس میں اتحاد و اتفاق اور محبت سے رہنے والوں کا آخرت میں کتنا اونچا مقام ہوگا، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگا سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہوں گے، جو نہ انبیاء ہوں گے نہ شہدا، لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ان کے قرب اور ان کی قدر ومنزلت کی وجہ سے انبیاء اور شہداء بھی ان کو رشک کی نظر سے دیکھتے ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! وہ کون (خوش بخت) ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ ہوں گے جو رشتے ناطے یا کسی مالی لین دین کی وجہ سے نہیں محض اللہ کی نسبت وتعلق کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہوں گے، خدا کی قسم ان کے چہرے نور (مجسم) ہوں گے اور وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے، اور جس وقت لوگوں پر خوف وہراس چھایا ہوگا، وہ اس وقت بے خوف اور پرامن ہوں گے اور لوگوں کے رنج وغم کے وقت رنج وغم سے آزاد ہوں گے۔

حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَنْ تَرَكَ الْمُرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِيْ وَسْطِ الْجَنَّةِ. (سنن ترمذی: ۲۰/۲) جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے، اس کے لئے جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر بنایا جائے گا۔ بچوں کی بچکانہ فطرت اور حرکت میں حکمت بھرے یہ انمول خزانے موجود ہیں، حکمت کی بات جو مومن کے گم

شدہ سامان کی حیثیت رکھتی ہے اسے چاہئے کہ اس گرانمایہ سرمایہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، کسی نے خوب کہا ہے:

كَلِمَةُ حِكَمٍ مِنْ سَفِيْهٍ فَاقْبَلُوْهَا
كَلِمَةُ سَفِهٍ مِنْ حَكِيْمٍ فَاغْفِرُوْهَا

بیوقوف کے پاس بھی حکمت ودانائی کی بات ملے تو اسے قبول کرلو، اور نادانی وجہالت کی بات اگر کسی دانشمند سے بھی ملے تو اسے چھپادو، اسے اپنانے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

عصری درسگاہیں
دین واخلاق سے خالی ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

معزز معلمات سامعین عظام بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو! اس میں کوئی شک نہیں کہ عصری علوم سے کسی قدر معاشی استحکام آجاتا ہے خوشحال زندگی بسر ہوتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ دین واخلاق سے دوری بھی ہوجاتی ہے کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مغربی علوم سیکھ کر مغربی تہذیب وتمدن سے متاثر نہ ہوں اس لئے ایسی

خوشحالی اور معاشی استحکام سے کیا فائدہ جس کی وجہ سے آدمی دین واخلاق سے دور ہو جائے؟ اسلامی تہذیب وتمدن سے ہاتھ دھو بیٹھے، ہاں اگر عصری علوم کے ساتھ دینی علوم بھی سیکھیں تو یقیناً عصری علوم بھی کارآمد اور مفید ہوں گے۔ اس کے لئے والدین کی ذمہ داری بہت بڑی ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے اولاد کو حکمت سیکھنے کا معمول بنائیں تاکہ یہ بچے دین کی اہم اور موٹی موٹی چیزیں سیکھ سکیں۔

مشہور مفسر قرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں لفظ ''أَهْلِيكُمْ'' میں اہل وعیال سب داخل ہیں، نوکر چاکر بھی اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے لئے جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آگئی کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکام الٰہیہ کی پابندی کریں۔ مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ان سب کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اہل وعیال کو بھی حکم کرو تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔

حضرات فقہاء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل وعیال دین سے جاہل وغافل ہوں۔ (معارف القرآن) آج ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کا بندوبست کرتے ہیں یا نہیں؟ اولاد کے کھانے پینے اور پہننے کا انتظام کافی نہیں اتنی فکر تو ایک جانور بھی کرتا ہے ہر مخلوق کو اپنی اولاد سے پیار ومحبت ہوا کرتی ہے

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اپنا خلیفہ اور نائب بنایا تو ذمہ داریاں بھی ڈالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ'' ہم نے امانت کا بوجھ آسمانوں وزمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو ان سب نے امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ بلاشبہ انسان بڑا ہی ظالم اور نادان ہے، امانت سے مراد احکام شریعت ہیں جب انسان نے قبول کر لیا تو اس کا تقاضہ اور فریضہ یہ بنتا ہے کہ شریعت کے ایک ایک حکم کی پابندی اور بجا آوری کو اپنے ذمہ لازم اور ضروری قرار دے۔ اگر کوتاہی اور سستی کریں گے تو قیامت میں اللہ تعالیٰ باز پرس فرمائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. کان کھول کر سن لو تم میں سے ہر شخص نگراں اور محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی نگرانی کی بابت سوال کیا جائے گا۔ اس لئے والدین خاص طور پر اولاد کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ہی عصری علوم دلائیں۔

دین وایمان کی حفاظت کیسے ہو؟

یہ حقیقت ہے کہ آج عصری درسگاہوں میں دین واخلاق کی تعلیم نہیں ہے، جس کے سبب ان اداروں میں پڑھنے والے طلبہ وطالبات اسلام کے بنیادی احکام اور اس کی ابتدائی تعلیمات سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ خواہ وہ کسی کلاس میں پڑھتے ہوں۔ اس لئے والدین اور سرپرستوں کو ہی اس کا انتظام کرنا چاہئے۔ اسی کے ساتھ مختلف جماعتوں، تنظیموں اور سماجی اداروں کی جانب سے بھی اس کا نظم کیا جانا چاہئے۔ گرما کی تعطیلات میں طلبہ وطالبات کو دین واخلاق، اسلامی تہذیب

وتاریخ سے روشنا کرانے کی اجتماعی یا انفرادی جو بھی کوششیں ہوں، لائق تحسین اور قابل قدر ہیں۔ اس سے بہتر سماج کی تشکیل میں کافی مدد ملے گی۔ کیوں کہ یہی نوجوان اور طلبہ وطالبات مستقبل کے قائد اور معمار ہیں۔ ان کا وجود ملت کا عظیم اثاثہ ہے۔ جس ذہنیت کے ساتھ ان کی پرورش اور تربیت کی جائے گی، مستقبل میں وہی تاریخ کا اہم باب ہوگا۔ اگر اسلامی نقوش پر ان کی تعلیم وتربیت کی گئی تو دینی اور اسلامی شناخت قائم ہوگی، منکرات کا خاتمہ ہوگا اور نیکیوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ اس طرح بہتر معاشرے کی امید کی جاسکتی ہے۔ اس کے لئے خاص فوج کی ضرورت ہے اگر اس سلسلہ میں غفلت وکوتاہی برتی گئی تو مستقبل میں ان بچوں کے دین وایمان کی حفاظت مشکل ہوجائے گی۔

آج اسکولوں کے اندر غیر اسلامی ماحول غیر اسلامی تہذیب وتربیت اور غیروں کے اخلاق وعادات اور طور وطریق سکھائے جاتے ہیں جتنے بھی اسکول ہیں وہ عصری علوم کے ساتھ اپنے اپنے مذاہب کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔

الحمد للہ مسلمانوں کے بھی کئی ایک اسکول ہیں اور غیروں کے اسکول میں بظاہر تعلیم کا نظام خوشنما ہوتا ہے اس لئے ہر کوئی ان اسکول میں اپنے بچوں کا داخلہ کراتا ہے تاکہ بچے صحیح طور پر عصری علوم حاصل کرسکیں مگر ساتھ ہی ان کا ایمان بھی خراب ہوتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات کے لئے کوئی اچھا نظم کیا جائے۔

عصری علوم کے ساتھ دینی علوم بھی ضروری

پھر آئندہ آنے والی نسلیں بھی اسی طرز پر تربیت حاصل کریں گی اور یہ تسلسل تادیر باقی رہے گا۔ گرمائی کورسس کا اہم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بچے لغویات اور مخرب

الاخلاق حرکتوں سے نجات پاسکیں گے، جن سے غیر اختیاری طور پر ان طویل ایام میں متاثر ہوتے ہیں۔

اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی کہ بچے عصری علوم کے ساتھ دین کی اہم اور ضروری باتوں کو بھی سیکھ سکیں گے اور اپنے دین وایمان کی بآسانی حفاظت کرسکیں گے، عصری علوم کا حاصل کرنا کوئی برا نہیں ہے بلکہ آج کے اس دور میں ضروری بھی ہے مگر مسلمانوں کیلئے عصری علوم سے زیادہ ضروری دینی علوم ہیں شریعت کے دائرے میں رہ کر دنیوی علوم حاصل کرنا چاہئے۔ اقبال مرحوم نے کتنی اچھی بات کہی ہے۔ ؎

تم شوق سے کالج میں پڑھو   پارک میں پھولو چرخ پہ جھولو
بس اک سخن بندۂ عاجز کی رہے یاد   اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

گرمائی کورسیس چلانے والوں کو چاہئے کہ ان ایام میں پڑھانے کے لئے عمر اور صلاحیت کے لحاظ سے ایک مختصر مگر دلچسپ اور پرکشش نصاب تیار کریں، جس سے کم وقت میں دین کی بنیادی باتوں کے جاننے کے ساتھ اسلامی تاریخ وتہذیب سے طلبہ واقف ہوسکیں، ان کو یہ معلوم ہوجائے کہ ہمارا خدا اور اس کے رسول سے، مذہب اسلام سے، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام سے، بزرگوں سے کیا رشتہ ہے؟ آخرت اور مرنے کے بعد کی زندگی کس فلسفے کا نام ہے اور اس کا حقیقت سے کیا تعلق ہے؟ ایمان وعقائد میں استحکام اور بنیادی احکام کی تعلیم، جان کاری اور ان پر عمل کرکے بھٹکنے سے طلبہ وطالبات محفوظ رہیں گے۔ اہل علم اور اصحاب فکر کے تعاون سے ایسا کورس تیار کرایا جاسکتا ہے۔ لڑکیوں کے لئے تربیت کا علیحدہ وانتظام کیا جائے اور ان کے لئے مذکورہ باتوں کے ساتھ گھریلو پکوان، سلائی، کڑھائی، دستکاری وغیرہ کو بھی جزوی طور پر نصاب میں شامل کیا جائے۔

اس سے صالح معاشرہ وجود میں آئے گا۔لڑکے اورلڑکیاں اسکول کی تعلیم کے ساتھ مذہبی امورکوبھی حاصل کرلیں گی اورذریعہ معاش کے طور پر ہنربھی ان کے ہاتھ میں ہوگا۔جس کی وجہ سے مستقبل میں معاش تنگی کا شکار نہ ہوگی بلکہ ہنرہونے کی وجہ سے خودکفیل بھی ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

قصہ قابیل وہابیل

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ”وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ ابْنَیْ آدَمَ بِالْحَقِّ“. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

قابل قدر سامعین،معزز خواتین،مشفق ومہربان معلمات!آج آپ کے سامنے ایک عبرت انگیز قصہ عرض کرنا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ اقوام کے قصے اور کہانیوں کو ذکر فرمایا تاکہ آنے والی نسلیں ان واقعات وقصص سے نصیحت حاصل کریں کہ اطاعت وفرمانبردار بندوں کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا اور سرکش ونافرمان قوموں کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا انہیں قصوں میں سے ایک قصہ قابیل وہابیل کا بھی ہے۔

یہ قصہ اس زمانہ کا ہے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں آئے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا تھا، ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بڑی تعداد دنیا کی آبادی اور رونق کا ذریعہ بن رہی تھی، سب ایک اللہ کی عبادت کرتے اس کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر بجالاتے اور سکون واطمینان کی زندگی گزارتے، ابلیس کو ان کا یہ اتحاد واتفاق اور اطمینان وسکون ذرا نہ بھاتا تھا، وہ ہر وقت تاک میں لگا رہتا تھا کہ جس طرح اس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوایا اسی طرح وہ ان کی اولاد کو بہکائے اور جنت میں جانے کے قابل نہ رکھے، مگر اس کو ابھی تک اس کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہی سب سے پہلے انسان ہیں ان کی آمد سے پہلے اس دنیا پر جنات وشیاطین کا بسیرا تھا جو لڑائی جھگڑا فساد وخونریزی کا منبع وسرچشمہ تھے، ابلیس جو شیطانوں کا باوا اور سردار ہے اس نے خلافت ارضی کے لالچ میں عبادت ریائی کی انتہا کردی اور جب اس کی خواہش اور تمنا پوری نہ ہوسکی اور آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی اور آدم علیہ السلام کا دشمن بن گیا۔

سب سے پہلے خون کا سبب عورت ہی بنی

چونکہ اس وقت دنیا میں صرف حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹیاں تھیں اس لئے خصوصی طور پر یہ اجازت تھی کہ آپس میں ان کی شادیاں کی جائیں تاکہ دنیا کی رونق بڑھے اور انسانی نسل میں اضافہ ہوتا جائے، حضرت آدم علیہ السلام مناسب انداز سے دیکھ بھال کر ان میں عقد کردیا کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ایک فرزند کا عقد اپنی ایک بیٹی سے طے کیا اور دوسرے فرزند کا دوسری بیٹی سے ان میں ایک کے پاس شیطان کو گھسنے کا موقع مل گیا، اس نے جا کر کہا کہ تمہارے باپ نے خوبصورت بیٹی دوسرے فرزند کو دے دی یہ اچھا نہیں ہوا، اس

طرح اس نے اس فرزند کے اندر حسد پیدا کردیا، اس کا نام قابیل بتایا جاتا ہے، حسد کے نتیجہ میں قابیل کے اندر اور بھی طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی گئیں، اللہ کا خوف نکلتا گیا اور وہ غلط راستہ پر پڑ گیا، شیطان کو پوری طرح موقع مل گیا، ایک مرتبہ قابیل نے اور اسکے بھائی ہابیل نے جس سے قابیل کو حسد تھا، اللہ کے لئے قربانیاں گزاریں، اس وقت کا دستور تھا کہ جس کی قربانی قبول ہوتی اس کو ایک آگ آکر کھالیتی اور اگر کسی کی قربانی کو آگ نہیں کھاتی تھی تو یہ علامت ہوتی تھی کہ قربانی کرنے والے کی نیت میں کھوٹ ہے، پس ہوا یہ کہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھالیا اور قابیل کی قربانی دھری کی دھری رہ گئی، یہ دیکھ کر اس کے حسد کی آگ بھڑکنے لگی، وہ بولا کہ میں تجھے چھوڑوں گا نہیں، وہ بالکل بے قابو ہو رہا تھا، ہابیل نے یہ دیکھ کر کہا کہ بھائی اس میں غصہ کی کیا بات ہے، تمہیں اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ تو صرف پرہیزگاروں کی قربانی ہی قبول کرتے ہیں، اور اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو اور اس کے لئے ہاتھ بڑھاتے بھی ہو تو بھی میں اس بدترین عمل کے لئے ہاتھ نہیں بڑھا سکتا، مجھے تو رب العالمین کا ڈر ہے۔ اور ٹھیک ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ لادو لیکن اس کا نتیجہ جہنم ہے، ظالموں کا بدلہ یہی ہے۔

گفتگو یہاں ختم ہوگئی، مگر قابیل پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا اور وہ ادھیڑ بن میں رہا یہاں تک کہ ایک دن اس کے نفس نے اس کو قتل کرنے پر آمادہ ہی کرلیا اور اس نے موقع پا کر ہابیل کا کام تمام کردیا اور یہ نہ سوچا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور اپنے سگے بھائی کا قتل کرکے اپنا قوت بازو کمزور کرلیا سوچئے آدمی حسد اور بغض وعداوت میں کس حد تک پہونچ سکتا ہے اور انجام سے بالکل بےخبر ہوجاتا ہے کہ اس قتل ناحق کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں کیا سزائیں ہوں گی کیسے کیسے دردناک عذاب سے دوچار

ہونا پڑے گا انسان اپنے گناہوں کے بھگتنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر دوسرے انسان کے کئے ہوئے گناہوں کی سزا کیسے بھگت سکتا ہے؟

کاش قتل پر شرمندگی ہوتی

عالم انسانیت کا یہ پہلا قتل تھا، اس سے بڑھ کر نقصان کی بات اور کیا ہوگی کہ اس نے قتل کی بناء ڈالی، اب قیامت تک جو قتل ہوتے رہیں گے ان کا گناہ بھی اس کے سر جائے گا، شیطان اپنی کامیابی پر مسکرا رہا تھا اور قابیل، ہابیل کے لاشہ کو لئے پریشان کھڑا تھا کہ اس کا کیا کرے، اللہ نے اس کی شرمندگی کا یہ سامان بھی کیا کہ کوے کو اس کا استاذ بنایا، وہ ایک مرے ہوئے کوے کو لایا اور اس نے اپنی چونچ سے زمین کھود کر مرے ہوئے کوّے کو اس میں ڈال دیا اور مٹی برابر کردی۔

قابیل شرمندگی سے گڑ گیا کہ کوّا اس کا معلم بنا لیکن اس کو اپنے اس قتل پر ذرا شرمندگی نہ ہوئی کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا اور نئی زندگی کا آغاز کرتا، یہاں ایک طرف شیطان کی فتح ہوئی اور آدم کا ایک بیٹا ہار گیا لیکن دوسری طرف ہابیل نے اس کو شکست دے دی اور وہ شہادت کی موت پا کر سرخرو ہوا۔ اگر قابیل گناہوں پر شرمندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر توبہ کرتا تو اس کی زندگی سنور سکتی تھی مگر شیطان کے بہکاوے میں آکر اپنی عاقبت خراب کرلی اور شیطان کو خوش ہونے کا موقع مل گیا۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ کبھی بھی انسان کی بھلائی اور ترقی کے لئے سوچ بھی نہیں سکتا اور اس نے تو اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی اور یہ صاف لفظوں میں کہا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا اس لئے شیطان سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے اس کے لئے دن اور رات اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔

یہ واقعہ خیر و شر کا نمونہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ واقعہ بیان کر کے قیامت تک آنے والی آدم کی اولاد کو سبق دے دیا کہ آدم و ابلیس کی کشمکش جو شروع ہوئی تھی وہ قیامت تک رہے گی۔ جس نے اس حقیقت کو پالیا وہ کامیاب ہوگیا۔ دوسرا سبق اس میں یہ ہے کہ آدمی کو حسد آگ کی طرح کھا جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں ایک آدمی کہاں تک گرتا چلا جاتا ہے کہ وہ ہر طرح کے انجام سے بے خبر ہو کر اقدام کر بیٹھتا ہے۔

اللہ نے اس واقعہ میں خیر و شر دونوں کے نمونے رکھ دیئے، ایک طرف ہابیل کا اچھا نمونہ ہے اور دوسری طرف قابیل کا ہلاکت انگیز طریقہ کار ہے، ایک طرف ہابیل کا صبر و استقامت اور اخلاص وتقویٰ ہے دوسری طرف قابیل کا ظلم، حسد، انجام سے لاپرواہی اور غیض وغضب ہے۔

آدمی کے لئے دونوں راہیں ہیں ہدایت کی بھی اور گمراہی کی بھی جو قابیل کے راستہ کو اختیار کریگا اس کا انجام تباہی و بربادی ہوگا اور جو ہابیل کی راہ اختیار کرے گا اس کو ہمیشگی کی جنت اور دائمی راحت وسکون نصیب ہوگا اور دنیا میں بھی اس کو نیک نامی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک کا نتیجہ حقیقی کامیابی و سرخروئی اور دین و دنیا کی عزت ہے اور دوسرے کا نتیجہ دنیا و آخرت کی رسوائی ہے، ایک بنی نوع انسان کے لئے خیر کا نمونہ ہے اور دوسرا رہتی دنیا کے لئے ظلم وستم کی علامت ہے، ایک نے ظلم وستم کے باوجود ہاتھ نہ اٹھا کر عفو و درگزر کی راہ قائم کی اور دوسرے نے قتل کر کے دنیا کو ایک غلط راستہ پر ڈال دیا، حاصل یہ کہ اچھائی اور برائی کے یہ دو نمونے ہیں جس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے درس عبرت بھی ہے اور وعظ ونصیحت بھی! بنی

کریم ﷺ کا ارشاد ہے: لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلٰى اِبْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كَقَتْلِ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ لِقَتْلِ ۔ جو شخص بھی ناحق قتل کیا جاتا ہے تو اس قتل کا گناہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر ہوتا ہے کیوں کہ اسی نے قتل کے طریقہ کو رائج کیا ہے اب رہتی دنیا تک جتنے بھی قتل ہوں گے تو قتل کرنے والے کو تو پورا پورا گناہ ملے گا ہی مگر قابیل کو بھی اس کا گناہ ملے گا اور کسی کے گناہ میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا یہی حال نیکیوں کا بھی ہے اگر کوئی شخص نیک طریقہ کو رائج کرے تو جب تک لوگ اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے ہر ایک کو پورا پورا ثواب ملتا رہے گا۔ اس قصہ سے ہم کو یہ نصیحت ملتی ہے کہ کسی برائی کو رائج نہ کریں بلکہ نیکی کو رواج دیں اور اخلاص وللّٰہیت سے کام کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں۔ اے اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

انسان کی زندگی امانت ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوْ الْاَمَانَةَ اِلٰٓى اَهْلِهَا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ، وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

صدر جلسہ محترمہ معلمات، ماؤں اور بہنو! یہ میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ مجھے اہل علم ودانش کی نورانی اور بابرکت محفل میں کچھ معروضات پیش کرنے کا موقع دیا جارہا ہے۔ میری آج کی تقریر کا موضوع ہے انسان کی زندگی امانت ہے۔ اسی تعلق سے قرآن وحدیث کی روشنی میں کچھ باتیں عرض کرتا ہوں۔

انسان کی زندگی بڑی مختصر ہے اور مرنے کے بعد جو زندگی شروع ہونے والی ہے اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب، بڑی طول زندگی ہے مرنے کے بعد انسان کے دو گروہ ہوں گے، ایک اہل جنت کا اور جس کے لئے جنت کا فیصلہ کر دیا جائے گا وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا دوسرا اہل جہنم کا اور جس کے لئے جہنم کا فیصلہ کر دیا جائے گا وہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہے گا۔ اس لئے دنیا ہی میں انسان کو اپنی آخرت کی فکر کرنی ہے زندگی کے ایک ایک لمحہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلاَ عَلَیْکَ فَاتَکَ الدُّنْیَا. حِفْظُ اَمَانَۃٍ، وَصِدْقُ حَدِیْثٍ، وَحُسْنُ خَلِیْقَۃٍ، وَعِفَّۃٌ فِیْ طُعْمَۃٍ.

(رواہ احمد فی مسند۔۲/۱۷۷، رقم الحدیث: ۶۶۱۴)

”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ تم میں پائی جائیں تو دنیا کے فوت ہونے نہ ہونے کا تمہیں کوئی غم نہیں ہونا چاہئے۔ ایک تو امانت کی حفاظت، دوسرے سچی بات کہنا، تیسرے اخلاق کا اچھا ہونا اور چوتھے کھانے میں احتیاط و پرہیز گاری اختیار کرنا“۔

حدیث مذکور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمدہ خصلتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جس شخص کی زندگی چار چیزوں سے معمور ہوگئی تو گویا اس نے اخروی نعمتوں کی کنجی حاصل کرلی، اس کے نفس نے روحانی عروج و کمال کا درجہ پالیا، اس کا قلب و باطن منور ہوگیا، لہٰذا اس صورت میں اگر وہ دنیا بھر کی نعمتوں اور تمام مادی خواہشات و لذتوں سے محروم ہو جائے تو اس کو کوئی غم و افسوس نہیں ہونا چاہئے۔ وہ چار خصلتیں حسب ذیل ہیں۔

ایفائے عہد واجب ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظتِ امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو۔ ”لاَ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ، وَلاَ دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ“ یعنی جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔ (بیہقی)

کامل مومن بننے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر امانت داری پائی جائے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوْا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا“ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کے سپرد کر دو۔ قرآن و حدیث میں امانت کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے اور حدیث کا دوسرا ٹکڑا ہے اس شخص کے اندر دین نہیں یعنی کامل دین نہیں جس کے اندر ایفائے عہد نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ. اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو جب کسی چیز پر عہد و معاہدہ اور وعدہ و پیمان کرلیا کرو تو اس کو ضرور پورا کرو۔

اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز منافق کی علامتیں بتلاتے ہوئے ایک علامت یہ بتلائی کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

”امانت“ کا لفظ بہت وسیع اور ہمہ گیر معانی اپنے اندر رکھتا ہے، قرآن کریم میں لفظ ”امانت“ چھ مقامات پر استعمال ہوا ہے، دو مرتبہ مفرد کے صیغہ کے ساتھ، اور چار مرتبہ جمع کے صیغے کے ساتھ، جمع کے صیغہ کے ساتھ امانت کا استعمال اس بات کی

طرف نشان دہی کرتا ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو اور وہ اس کی حفاظت کرے، بلکہ امانت کی کچھ اور بھی قسمیں ہیں، سب سے پہلی امانت، امانت کبریٰ ہے، جس کا تذکرہ قرآن کریم میں: ”اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ“ کے ذریعہ کیا گیا ہے، اس امانت کی تفسیر میں ائمہ مفسرین، صحابہ وتابعین وغیرہم سے بہت سے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ (۱) فرائض شرعیہ (۲) حفاظت عفت (۳) امانت اموال (۴) غسل جنابت (۵) نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ، اسی لئے جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ دین کے تمام وظائف اعمال اس میں داخل ہیں۔

اس اعتبار سے انسان کی پوری زندگی امانت ہے زندگی کا ایک ایک لمحہ خدائی احکامات کے مطابق گذارنا امانت داری ہے، اور اسکے برخلاف گذارنا خیانت ہے، نیز انسان کے اعضاء وجوارح، آنکھ، کان، زبان، دل ودماغ وغیرہ امانت ہے، منشائے خداوندی کے مطابق انکو استعمال کرنا امانت داری ہے، اور منشائے خداوندی کے خلاف استعمال کرنا خیانت ہے۔ آج دنیا میں منشائے خداوندی کے خلاف جو کچھ کرے گا کل قیامت میں اس کو جواب دینا ہوگا اور انسان کے اعضا ہی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. آج ہم ان کے مُنھوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دے گے ان کے اعمال کی۔

امانت کی مختلف صورتیں ہیں

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امانت سے مراد احکام شرعیہ کا مکلّف ومامور ہونا، جس میں پورا اترنے پر جنت کی دائمی نعمتیں اور خلاف ورزی اور کوتاہی پر جہنم کا عذاب ہے۔

امانت کا عام مفہوم یہ ہے کہ کسی بات کا کسی کام کی انجام دہی میں کسی پر اعتبار اور بھروسہ کرنا، اب اگر اعتبار اور بھروسہ کے مطابق کام انجام دیا جائے تو یہ امانت ہے اور اعتبار اور بھروسہ کے خلاف کام انجام دیا جائے تو یہ خیانت ہے، اس امانت کی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو عام طور پر امانت نہیں سمجھا جاتا ہے اور امانت کی طرح ان کی حفاظت نہیں کی جاتی۔ بلکہ لاپرواہی اور غفلت برتی جاتی ہے اور اپنی ملکیت تصور کی جاتی ہے جب کہ ہونا تو یہ چاہئے کہ امانت میں جو چیز جس طرح دی گئی ہے اسی طرح من وعن مالک کے حوالے کی جائے جس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھ دی گئی تو اس کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے اگر استعمال کرے گا تو خائن سمجھا جائے گا اس لئے جو چیز امانت کے طور پر رکھی جائے اس کا پورا پورا خیال کریں امانت کی بہت ساری قسمیں ہیں۔

(۱) عاریت کی چیز امانت ہے، عاریت کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کو ایک چیز کی ضرورت تھی وہ چیز اس کے پاس نہ تھی تو اس نے وہ چیز استعمال کرنے کے لئے دوسرے سے مانگ لی، اب یہ چیز امانت ہوگئی، لہٰذا اس کے لینے والے شخص کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ اس چیز کا استعمال مالک کی مرضی کے خلاف کرے، اگر اس نے مالک کی مرضی کے خلاف استعمال کیا تو یہ خیانت ہوگی اور آدمی گنہگار ہوگا۔

(۲) ملازمت کے اوقات امانت ہیں، مثلاً ایک آدمی نے کہیں ملازمت کرلی اور ملازمت میں چھ گھنٹے ڈیوٹی دینے کا معاہدہ ہوگیا، اب یہ چھ گھنٹے کے اوقات اس کے پاس اس شخص کی امانت ہے جس کے یہاں اس شخص نے ملازت کی ہے، لہٰذا اگر ان چھ گھنٹوں میں سے ایک منٹ بھی اس آدمی نے ایسے کام میں صرف کردی جس کی مالک کی طرف سے صراحتً دلالۃً اجازت نہ تھی تو یہ امانت میں خیانت ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ امانت کا مفہوم کس قدر وسیع ہے اور صرف

امانت ہی کی پورے طور پر پاسداری کرلے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کا خیال رکھے تو امن وامان کا ماحول قائم ہوسکے گا دنیوی اور اخروی اعتبار سے انسان فائدے ہی میں رہے گا۔

(۳) مجلس کی گفتگو امانت ہے، ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''المجالس بالامانۃ'' یعنی مجالس میں جو بات کہی گئی ہو وہ بھی سننے والوں کیلئے امانت ہے، مثلاً دو تین آدمیوں نے باہم اعتماد کی فضا میں راز کی باتیں کرلیں، اب ان باتوں کو ان کی اجازت کے بغیر دوسروں تک پہونچانا بھی خیانت ہے، البتہ اگر مجلس میں ایسی بات کہی گئی ہو جس سے دوسروں کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی بات کو ظاہر کردینا خیانت شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایسے موقع پر بات کو ظاہر کرکے اپنے مسلمان بھائی کو نقصان سے بچانا واجب ہوگا۔ (۴) ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ'' یعنی جس شخص سے کوئی مشورہ کیا جائے وہ امین ہے اس پر لازم ہے کہ مشورہ وہی دے جو اسکے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو، اگر جانتے ہوئے غلط مشورہ دیا تو یہ خیانت ہے۔ حتی کہ اگر کوئی شخص شادی کے تعلق سے آپ سے مشورہ لے رہا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فلاں جگہ اس کا رشتہ مناسب نہیں لیکن اپنے ذاتی مفاد کیلئے یا کسی اور اغراض کی بنیاد پر اس کو وہیں شادی کرنے کا مشورہ دے دیا تو آپ نے خیانت کی اگر آپ کے ذہن میں اس کی بھلائی کیلئے کوئی بات نہیں ہے تو خاموشی اختیار کریں اور غلط رائے دے کر گناہ اپنے سر مت لیں، ایسے ہی مجلسوں میں دوستوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور بہت سی راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں جن کا افشا کرنا پسند نہیں کیا جانا مگر ہم اسکا خیال نہیں کرتے اور دوسروں تک اس بات کو پہونچا دیتے ہیں اور خائن شمار کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ہر وقت اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امانت کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں ہمیں امانت کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ زندگی کے ہر شعبہ میں امانت کا پاس ولحاظ رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

مہمان نوازی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، فَلَمَّا رَآ اَیْدِیَھُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْہِ نَکِرَھُمْ وَاَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ. وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنَاھَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ یَعْقُوْبَ. قَالَتْ یَا وَیْلَتٰٓی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخاً اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ. قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

محترم معلمات صاحبان مہمانان کرام جب تک اسلام کے ایک ایک حکم پر عمل نہ کریں گے اس وقت کامل مومن نہیں کہلائیں گے مہمان نوازی بھی انہیں اہم احکام میں سے ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ کا حسن سلوک مہمانوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں۔

آپ ﷺ کی مہمان نوازی

حضرت جہجاہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ اسلام لانے کیلئے مدینہ منورہ پہنچا، ہم نے نماز مغرب حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ادا کی، نماز کے بعد حضور ﷺ نے اعلان فرمایا: ہر مقامی آدمی اپنے پاس والے نووارد کو اپنے گھر لے جا کر ضیافت کرے، لوگوں نے ایسا ہی کیا، تھوڑی دیر میں مسجد خالی ہوگئی، حضور اقدس ﷺ اور میرے سوا کوئی نہ بچا، چونکہ میں لمبا تڑنگا، تنومند شخص تھا، بسیار خوری کے ڈر سے مجھے کسی نے قبول نہیں کیا، حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اپنے گھر لائے، ایک بکری کا دودھ نکال کر دیا، میں پی گیا، یہاں تک کہ آپ سات بکریوں کا دودھ نکال کر لائے، اور میں پیتا گیا، پھر ایک ہانڈی میں سالن لائے، میں وہ بھی کھا گیا، یہ دیکھ کر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: جس نے آج آپ کو بھوکا رکھا ہے، اسے اللہ بھوکا رکھے، آپ نے انکو تنبیہ کے لہجہ میں فرمایا: خاموش رہو! اس نے اپنی روزی کھائی ہے، ہمارا رزق اللہ رب العزت کے ذمہ ہے، اور جب صبح کو باہر سے آنے والے مہمانوں اور صحابہ کرام کے درمیان رات کے کھانے کا ذکر چھڑا تو میں نے بھی اپنا قصہ سنایا، اور پھر جب نماز مغرب سے فراغت ہوئی تو آنحضور ﷺ نے فرمایا: اپنے بازو میں بیٹھے ہوئے مہمانوں کو مقامی لوگ ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے جائیں،، اس وقت بھی یہی ہوا کہ میرے بھاری بھرکم

جسم کو دیکھ کر کسی نے میرا ہاتھ نہ پکڑا، دھیرے دھیرے مسجد خالی ہوگئی، صرف میں اور حضور اقدس ﷺ باقی بچے، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے آئے، آپ نے مجھے ایک بکری کا دودھ نکال کر دیا، اور میں اتنے ہی سے سیراب ہوگیا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ کل والا مہمان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: وہی تو ہے، لیکن آج اس نے مومن کی آنت میں کھایا ہے، اور کل کافر کی آنت میں کھایا تھا، مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

(حیاۃ الصحابہ، بحوالہ طبرانی، ابونعیم وابن ابی شیبہ)

باپ کا اثر بیٹی میں

حاتم طائی کی سخاوت وضیافت سے کون ناواقف ہوگا؟ حاتم طائی اپنے اونٹوں کی آمدنی کا کچھ حصہ اپنی بیٹی سفانہ کو دیا کرتے تھے، یہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر تھیں، ادھر باپ نے دیا اُدھر محتاجوں میں بانٹ دیا، کسی روز حاتم نے کہا: بیٹی! جب کسی مال میں دو سخاوت کرنے والے اکٹھا ہوجائیں گے تو اس کی خیر نہیں، یا تو تم اپنا دستِ کرم کشادہ رکھو اور میں سمیٹ لوں، یا تم سمیٹ لو اور میں کشادہ رکھوں، اس نے کہا: ابا جان! یہ مکارم اخلاق تو میں نے آپ ہی سے سیکھے ہیں۔

حضرت سفانہ رضی اللہ عنہا دربار نبوی میں

۹ ہجری میں آنحضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قیادت میں ڈیڑھ دو سو افراد کو قبیلہ طے کی طرف روانہ فرمایا، عدی بن حاتم کو حضور اکرم ﷺ سے عداوت اور اسلام سے بڑی نفرت تھی، لشکر اسلام کے آنے کی خبر سن کر راہِ فرار اختیار کر گئے، اور شام جا کر پناہ لی، یہ لشکرِ اسلام پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو قیدی بنا کر لے

آیا، ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بہن سفانہ بھی موجود تھی، مسجد نبوی کے پاس ان کو لا کر رکھا گیا، آنحضور ﷺ گزر رہے تھے کہ سفانہ نے آپ کو آواز دی، یا انہیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو سفانہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اکرم ﷺ! باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور میرا نگہبان بھاگ نکلا، اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے رہا کردیں، اور قبائل عرب کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں، کیوں کہ میرے ابا جان اپنی قوم کے سردار تھے، قیدیوں کو رہا کرتے، مجرموں کو تہ تیغ کرتے، پڑوسیوں کی ناموس کی حفاظت کرتے، لوگوں کے دکھ درد میں کام آتے، مہمانوں کو کھانا کھلاتے، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے، اسلام کو رواج دیتے، کوئی بھی ضرورت مند آ گیا تو اسے محروم ونامراد نہ جانے دیتے، میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں، آپ اس کی باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اسے رہا کردو، کیوں کہ اس کے والد مکارمِ اخلاق کو پسند کرتے تھے، اور فرمایا: اس شخص پر ترس کھاؤ جو معزز رہا ہو، اور پھر ذلت ورسوائی سے دوچار ہوگیا ہو اور رحم کھاؤ ایسے شخص پر جو مالدار ہونے کے بعد تنگ دستی کا شکار ہوگیا ہو، اور قابلِ رحم ہے وہ عالم جو جاہلوں کے بیچ رہ کر ضائع ہوگیا ہو، جب وہ رہا ہوگئی تو شکریہ کے طور پر آپ کی شان میں کچھ دعائیہ کلمات کہنے کی اجازت چاہی، آپ نے اجازت مرحمت فرمادی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: غور سے سنو! یہ کیا کہہ رہی ہے؟

کلمات تشکر

شکریہ کے کلمات کچھ اس طرح ادا کیے: خدا کرے آپ کے احسانات برمحل واقع ہوں، وہ ہاتھ آپ کا ہمیشہ شکر گزار رہے جو خوشحالی کے بعد محتاجی میں پڑ گیا ہو، اور وہ ہاتھ کبھی آپ پر قابو نہ پائے جو تنگ دستی کے بعد دولت مند ہوگیا، خدا کرے

آپ کو کسی کمینے سے کوئی ضرورت نہ پڑے، اور اللہ کسی باعزت شخص کی دولت ونعمت کو نہ چھینیں مگر آپ کو اس کی واپسی کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں، سفانہ مشرف با اسلام ہوگئیں، اور پھر حضور اکرم ﷺ نے شام جانے والے لوگوں کے ساتھ ان کے بھائی عدی کے پاس بھیج دیا، وہاں پہنچ کر انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق کا بہت اچھے انداز میں ذکر کیا، اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو بیان کیا اور کہا: بھائی جان! میں نے ان کے اندر جو اوصاف وکمالات دیکھے ہیں، انہیں دیکھ کر پتہ چل رہا ہے کہ وہ سب پر غالب آکر رہیں گے۔

> ان کے اوصافِ جمیلہ میں سے یہ ہے کہ فقراء سے محبت کرتے ہیں، قیدیوں کو رہائی دیتے ہیں، چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہیں، اور بڑوں کی قدر کرتے ہیں، میں نے ان سے زیادہ جودوسخاوت کرنے والا کسی کو نہ دیکھا۔ انہوں نے کہا: اچھا میرے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟ انہوں نے کہا: بھائی جان! میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کے پاس پہنچیں، اگر واقعتاً وہ نبی ہیں، تو ان کی خدمت میں پہلے پہنچنا باعث فضیلت ہے اور اگر بادشاہ ہیں، تو ان سے جا ملنے والا ہمیشہ عزت ووقار سے نوازا جائے گا، عدی نے کہا: کیا ہی اچھی رائے ہے، اور پہنچ گئے دربار نبوی میں، آپ نے ان کے لئے گاؤ تکیہ پیش کیا، اور خود زمین پر تشریف فرما ہوگئے، عدی نے اسلام قبول کیا۔

دیکھئے! سفانہ نے اپنے والد کی سخاوت ومہمان نوازی کے ذریعہ اپنا تعارف کرایا، جس کے طفیل میں انہیں رہائی ملی، عزت ملی، اور پھر اس کے نتیجہ میں اپنے بھاگے ہوئے بھائی کو بھی کھینچ کر دربارِ رسالت میں پہنچا دیا۔

(سیرت مصطفیٰ ومستطرف: ۱۶۹)

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت

امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ گدھے پر سوار ہوکر کہیں جا رہے تھے راستہ میں مشہور محدث سلیمان بن مغیرہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے فقر وفاقہ کی شکایت کی، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ واللہ میرے پاس اس سواری کے گدھے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، یہ کہہ کر نیچے اتر گئے اور وہ گدھا ان کے حوالہ کر دیا، صحابہ وتابعین کے دور میں مہمان نوازی اور انفاق فی سبیل اللہ کا اس درجہ اہتمام تھا کہ لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے۔ لیکن آج طبیعتوں میں اتنا بخل آ گیا ہے کہ مہمان نوازی کو ایک بار سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ مہمان اپنی روزی ساتھ لے کر آتا ہے۔ میزبان کا رزق نہیں کھاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مہمان نوازی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

کرسمس کیک کاٹنے کا جرم......

اسلام کی نظر میں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ’’اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ‘‘. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترم خواتین اسلام پیاری معلمات ! ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہی ہے،اس کے علاوہ کوئی دین اللہ کے نزدیک معتبر اور پسندیدہ نہیں ،کسی بھی مسلمان مردوعورت کو اپنے مذہب سے باہر کسی چیز کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو غیر وحمیت کا ایسا خوگر بناتا ہے کہ وہ اپنے دین کے سوا کسی سے مرعوب نہ ہوں ۔ کیونکہ اس کائنات میں صرف اور صرف اسلام ہی، الدین' اور 'الحق' ہے اور اس کے ماسوا سب باطل اور جھوٹ ہے۔

اسلام جہاں خیر وشر اور کامیابی وناکامی کے اپنے معیار اور پیمانے مقرر کرتا ہے وہیں محبت اور دوستی نفرت اور دشمنی کے لئے اپنے معیار کا تعین کرتا ہے اور اس کا اصرار ہے کہ محبت اور دوستی کے تمام رشتے صرف مسلمانوں کے ساتھ استوار کئے جانے چاہیں۔ ان کی زبان کوئی بھی ہو اور وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کا یہ رشتہ خونی رشتوں سے بھی مقدم ہے۔ اسی طرح دشمنی اور نفرت کے لئے بھی اسلام اپنا معیار قائم کرتا ہے کہ ہر شخص جو آپ کے دین میں داخل نہیں وہ آپ کا دوست نہیں ہوسکتا چاہے وہ والدین یا اولاد کی صورت غریب ترین رشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں تک کہ مسلمان والد کی اولاد میں سے کوئی اگر کافر ہو تو وہ اس کا وارث بھی نہیں۔

کفار میں سے کسی سے عداوت اور نفرت کا کتنا تعلق رکھا جائے اس بات کا انحصار اس کی کیفیت پر ہے کہ آیا وہ محارب کافر ہے یا غیر محارب کافر یا مسلمانوں کا ذمی کافر، ہر ایک کے بارے میں تفصیلی احکامات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔

یہ دورخی اچھی نہیں

کفار سے دشمنی اور مومنین سے محبت کے اسلامی عقیدے کو اصطلاح میں 'الولاء البراء' کہتے ہیں۔ علماء کا کہنا ہے کہ 'کتاب وسنت میں عقیدہ توحید کے بعد سب سے زیادہ بیان اسی عقیدہ کا ہے اور بعض علماء اسے عقیدہ توحید کا ہی جز وشمار کرتے ہیں۔ اب ہم نفس مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ ’’عید میلاد مسیح علیہ السلام‘‘ جسے

عیسائی، کرسمس کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسے باقاعدہ اپنی عید قرار دے کر مناتے ہیں۔ گویا یہ عیسائیوں کا اہم ترین مذہبی تہوار ہے۔ پہلے پہل بلاد کفر میں رہنے والے مسلمان اس عادت بد کا شکار ہوئے تو وہ عیسائیوں کے اس تہوار کے موقع پر ان کے ''گرجا گھروں'' میں جا کر یا انہیں اپنے ہاں بلا کر کرسمس کیک کاٹتے اور ان کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کرتے اور اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کفار سے ان کے تعلقات بہتر رہیں، کیونکہ ان کے ملکوں میں رہتے ہوئے ان کی حیثیت کافروں کے ذمیوں کی سی ہوتی ہے اس لئے اپنے آقاؤں کو خوش کرنا وہ اپنا فرائض منصبی سمجھتے ہیں دوسرا اہم مقصد تجارتی تعلقات کو بہتر طریق پر استوار کرنا ہوتا ہے، اس طرح ان کا تعارف ایک اعتدال پسند اور ماڈرن مسلمان کے طور پر ہو جاتا ہے جن سے کافروں کو یہ تسلی رہتی ہے کہ یہ ان ''دہشت گرد'' مسلمانوں میں سے نہیں ہیں جو ہمیں ختم کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے نظام کو ختم کرنیکے خلافت اسلامی قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔

کرسمس منانے سے مذہبی جمہوری جماعتوں اور دیگر سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اب انتخابات چونکہ مخلوط طرز پر ہیں اس لئے ان عیسائیوں کے ووٹ بھی اہم ہیں۔ شاید کہ ہمیں ہی حاصل ہو جائیں دوسرا یہ کہ بیرونی کافروں کے سامنے اپنے لئے کریمانہ تاثر (سافٹ امیج) پیدا کرنے کی کوشش بھی ہوتی ہے کہ ہم بتوں کو گرانے والے یا اسلامی احکامات پر بزور عمل کروانیوالے طالبان نہیں ہیں اور اسلئے اقتدار کیلئے موزوں ترین لوگ ہیں۔ ایک اہم مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ مقامی سیکولر اور لبرل طبقے کو اپنی داڑھی اور مذہب کی صفائی دی جائے۔

یہ کتنی بزدلی اور کم ہمتی کی بات ہے کہ اسلامی احکامات پر عمل کرنے کے لئے دوسروں سے خوف کھائیں معمولی سے موہوم دنیوی فائدے کے لئے اسلام کے

شعائر پر بھی عمل نہ کر سکیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گے جیسے کھانے کے پیالے کی طرف بلایا جاتا ہے۔ آج وہی زمانہ آ گیا ہے کہ ہماری ایمانی کمزوری کی وجہ سے غیر ہم پر ٹوٹ رہے ہیں۔

غیروں کی عید میں شرکت صحیح نہیں

کفار کے عیدوں اور مذہبی تہواروں میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں اسلام کے مفصل احکامات ہیں ان میں سے چند احادیث، آثار صحابہ رضی اللہ عنہ اور اقوال فقہاء عرض کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے: مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ حَشَرَ مَعَهُمْ جو کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرے گا اس کا حشر (قیامت کو) انہی میں سے ہوگا۔ عطاء بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ان کے تہواروں کے دن انکی عبادت گاہوں میں نہ جاؤ'' کیونکہ ان پر اللہ کا غضب ہوتا ہے''۔ (بیہقی)

مگر ہمارا عمل اس کے بالکل خلاف ہے مرد ہوں یا عورت بکثرت غیروں کی عیدوں اور مذہبی تہواروں میں بڑے فخر کے ساتھ شریک ہوتے ہیں جہاں قسم قسم کے خرافات اور بے حیائیاں وجود میں آتی ہیں ایسے موقع پر نہ ہم کو اللہ کا خوف ہوتا ہے نہ رسول ﷺ کی سنت کا لحاظ!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جو شخص عجمیوں کافروں کے نوروز و مرجان (تہواروں) میں شریک ہو اور اس کا اہتمام کرے اور ان کی مشابہت اختیار کرے اور موت آنے تک اسی کردار پر قائم رہے تو قیامت کے دن

انہی لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا“۔ (السنن الکبریٰ بیہقی ۹/۲۳۴) علمائے احناف کے نزدیک ان کے شعائر پر مبارک دینا“، ”کفر ہے“ (البحر الدقائق) اس کی وجہ یہ ہے کہ شعائر مذہب کی علامت ہوتے ہیں گویا کہ ان کے کفر پر مبارک دی جارہی ہے، امام ابوحفص حنفی لکھتے ہیں کہ ”اگر کوئی کسی مشرک کو کسی دن کی تعظیم میں تحفہ دیتا ہے تو یہ کفر ہے“۔ (فتح الباری: ۲/۵۱۳) امام ادریس ترکمانی حنفی ایسے اعمال کو جن کا ارتکاب مسلمان عیسائیوں کی عید کے موقع پر کرتے ہیں علمائے احناف کے نزدیک بغیر توبہ کے مرگیا تو انہی کی طرح کافر ہے۔ (اللمع فی الحوادث: ۱/۳۹۴)

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْمَرْأُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی۔ اس حدیث شریف کی رو سے ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہمارا عمل کیسا ہے ہماری دوستی ہمارا تعلق اور رہن سہن کیسے لوگوں کے ساتھ ہے۔ اگر اچھے لوگوں کے ساتھ ہمارا رہن سہن ہے تو ہمارا انجام اچھے لوگوں کے ساتھ ہوگا اور اگر برے لوگوں کے ساتھ رہن سہن ہے تو ہمارا انجام بھی بروں کیساتھ ہوگا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعائر کفر سے متعلقہ کاموں پر مبارک باد دینا بالاتفاق علماء حرام ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے انہیں صلیب کو سجدہ کرنے پر مبارک دی جائے یہ تو کسی کو شراب پینے اور زنا کرنے پر مبارک باد دینے سے بھی برا ہے۔ (احکام اہل الذمہ: ۱/۲۰۴)

بعض مالکی فقہاء کا قول ہے کہ ”جس نے غیر مسلموں کی عید کے احترام میں تربوز کاٹا تو اس نے گویا سور ذبح کیا۔ (اللمع فی الحوادث) غور کرنے کی بات ہے کہ دنیا کے عارضی مفاد کے لئے اپنی آخرت برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے احکامات پر عمل کرنے اور غیروں کے طور طریق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

عالمی بگاڑ میں مسلمانوں کا کردار

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ”ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ“. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، سامعین باوقار، خواتین اسلام، بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو! حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تک ایک بندہ بھی زمین پر اللہ اللہ کہنے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نظام چلائیں گے اور جب ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا اس روئے زمین میں نہ رہے گا اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کوختم فرمادیں گے۔ پتہ یہ چلا کہ زمین وآسمان کا وجود اور اس کی بقاذکراللہ ہی کی وجہ سے قائم ہے اس لئے جب

مسلمانوں کی طرف سے اللہ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں گناہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور مسلمان پریشانیوں سے دوچار ہوجاتے ہیں۔

مسلمانوں کے زوال وپستی، ان کی اقتصادی اور معاشی زبوں حالی، اختلاف وانتشار اور کہیں کہیں ان کی مظلومیت اور افراتفری کی حالت پر مختلف انداز سے اظہار خیال کیا جارہا ہے، اور ان کو مشورے دیئے جارہے ہیں، ان کے زوال کے اسباب ووجوہ بیان کئے جارہے ہیں، کوئی کہتا کہ مسلمان اس لئے ذلیل ورسوا ہیں کہ ان کے اندر قیادت کا فقدان ہے اور کوئی کہتا ہے کہ قیادت کے لئے خودغرض ومفاد پرست لوگ آگے بڑھتے ہیں، اور وہ اپنی ہوشیاری وچرب زبانی نیز اشتعال انگیز تقریروں سے عوام کو غلط سمت کی طرف لے جاتے اور مسائل میں الجھاتے رہتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ لیڈر اپنی شاندار کوٹھیوں اور آرام دہ بنگلوں میں بیٹھ کر صرف زبانی قیادت کرتے ہیں، کسی طرح کا خطرہ مول لینا کچھ مشقت جھیلنا یا اپنے مفاد کو ادنی درجہ کا نقصان پہونچا کر عوام سے ملنا جلنا اور سنجیدگی سے ان کی فکر کرنے کی ان کے اندر نہ صلاحیت ہے نہ جرأت۔ مسلمان ان کی بیان بازی سے نقصان اٹھارہے ہیں اور اشتعال انگریزی میں آکر غلط اقدام کرتے ہیں، جوان کو زوال کی طرف لے جارہا ہے۔

مسلمانوں کے زوال کا اصل سبب دین سے دوری

اسباب ووجوہ جوبھی ہوں مسلمان آج ذلیل ورسوا ضرور ہیں بلکہ غیروں سے مرعوب اور خوف زدہ نہیں ہیں عیش وآرام اور تن آسانی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے مصائب ومشکلات کو برداشت کرنا نہیں چاہتے۔ دوسروں کی نقالی میں مگن ہیں غیروں کی کاسہ لیسی کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی خوب مال

وزراور حکومت وسلطنت عطا کی ہے اور تعداد میں بھی کم نہیں ہیں، لیکن کم ہمتی اور بزدلی ان کی رگ وپے میں سمائی ہوئی ہے اور خدا ورسول نے جو طریقہ ان کو دیا تھا اس کو چھوڑ کر دوسروں کے طور وطریق میں کامیابی تلاش کررہے ہیں تو کامیابی کیسے مل سکتی ہے۔ بہرحال مسلمانوں کی تباہی وبربادی کے مختلف وجوہ واسباب بیان کئے جاتے ہیں۔ کچھ بلکہ اکثر روشن خیال لوگ جو صرف خیالی دنیا ہی میں رہتے ہیں اور معمولی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں اپنی ایک دن کی آمدنی یا گھنٹہ بھر کا آرام تک مسلمانوں کے لئے قربان کرنے کو تیار نہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب علماء اور دیندار لوگ ہیں جو ان کو ترقی کے میدانوں میں بڑھنے سے روکتے ہیں، اور اس کو دنیاداری کہہ کر مسلمانوں کی قوت عمل کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ (اس طرح کے لوگوں کو موجودہ اصطلاح میں بنیاد پرست کہا جاتا ہے) اور مسلمانوں کو زوال کی طرف لے جانے کے سب سے بڑے مجرم یہی لوگ قرار دیئے جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ مسلمانوں کے زوال وانحطاط ذلت وپستی کے جتنے قلم اتنے اسباب، جتنی زبانیں اتنے آزار بیان کئے جاتے ہیں۔

حالانکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا ایک ہی سبب ہے اور وہ ہے دین سے دوری۔ مسلمان دین ہی کی طاقت سے ابھرے اور دنیا پر چھا گئے تھے اور اسی دینی طاقت کے گھٹنے اور کم ہونے ہی سے گرے اور گرتے چلے گئے۔ آج بھی وہ ترقی اسی وقت کریں گے جب کہ ادنی اور اعلیٰ میں دینی روح اور اسپرٹ پیدا ہوگی۔ لیڈروں کا دین الگ اور عوام کا دین الگ نہیں ہے، ایسا نہیں کہ دین نے لیڈروں اور قائدوں کو محض تقریر وتحریر کے منصب پر فائز کیا ہے اور عوام پر عمل کی ذمہ داری ڈالی ہے!

حقیقی مسلمان

عوام اور لیڈر ہر ایک کا عملی میدان میں امتیاز ختم ہونا چاہئے۔ ہر ایک کے دل میں دوسرے کا درد ہونا چاہئے۔ بالخصوص علماء اور لیڈروں کے اندر قوم کی ترقی وکامیابی کا احساس ہونا بہت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سارے مسلمان شخص واحد کی طرح ہیں اگر آدمی کی آنکھ دکھتی ہے تو پورا جسم اس کی تکلیف محسوس کرتا ہے سر میں درد ہوتا ہے تو پورا جسم اس درد کا احساس کرتا ہے اسی طرح ہر ایک مسلمان کو ہونا چاہئے کہ جس قدر بھی اپنے مسلمان بھائی امداد وتعاون کرسکتا ہو کرے یہی ایک بھائی ہونے کا تقاضہ ہے۔

حدیث شریف میں مسلمانوں کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ" (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں) یعنی غیبت، بہتان تراشی، ناکردہ خطاؤں کو ان کے سر منڈھنا، اپنے قیاس وگمان کو حقیقت کا جامہ پہنا کر اس کا ڈنکا پیٹنا، زبان سے، مارنا ستانا، حق ہڑپ کرلینا، طرح طرح سے ایذا پہونچانا ہاتھ سے ایک مسلمان کو۔

ہر مسلمان بشمول قائد ایک دوسرے کا بھائی بن جائے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے: "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ وَلَا يَحْقِرُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَسْلِمُهٗ" مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کو حقیر نہیں سمجھتا، وہ اسکی مدد سے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ وہ اس کو حالات کے حوالہ نہیں کردیتا اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ذلیل وکمتر نہیں سمجھتا، اور کسی بھی معاملہ میں مدد وتعاون کی ضرورت ہو تو تاحدِ امکان اسکی مدد میں کوتاہی نہیں کرتا۔

بزرگو، دوستو! اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اگر ایک بھائی خوش حال ہے اور دوسرا غریب، تو مالدار اس غریب بھائی سے اپنے برادرانہ تعلق کے اظہار میں شرم

محسوس کرتا ہے۔ اگر دو مسلمان ایک حیثیت کے ہیں تو حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں، اور اگر ایک مسلمان مشکل میں پڑ گیا تو یہ نہ صرف اس کی مدد سے ہاتھ اٹھالیتا ہے، بلکہ اسکا خواہشمند ہوتا ہے، کہ یہ مصیبت اور بڑھے، غیروں کی دس جوتیاں بھی برداشت کرلے گا، لیکن اپنے بھائی کے ساتھ صبر وحلم اس کیلئے مشکل ہے۔

جب کہ قرآن کریم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کہ کفار کے مقابلہ میں بڑے سخت تھے لیکن آپس میں بڑے ہی رحمدلی تھے اور آج اس کا برعکس ہوگیا ہے، جتنی طاقت آزمائی کرنی ہوتی ہے سب اپنے کمزور مسلمانوں بھائیوں سے کرلیتے ہیں اور جب غیروں سے سابقہ پڑتا ہے تو چپ سادھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

عہدہ کے لالچ میں احکام اسلام سے روگردانی

اکرام مسلم اور حقوق مسلم مستقل ایک باب ہے اسلام کا، لیکن مسلمانوں کی زندگی میں یہ کتنا پایا جارہا ہے؟ ہمارے امراء اور بڑے بڑے تاجروں کے ہاں عقیقوں، شادیوں اور ولیموں میں جس فضول خرچی، نمائش وریاکاری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور مستحقین وغرباء کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، کیا مذکور دونوں حدیثوں سے کچھ دور کا بھی تعلق ہے؟ مسلمان کی اصل شان توحید رب العالمین اور شرک وبدعت سے برأت وبیزاری ہے، لیکن دیکھئے وہ کہاں کہاں سر جھکارہا ہے، قبروں اور مزاروں سے بھی آگے نکل کر عہدہ ومنصب کے چکر میں دین اور مسلمانوں کے مسائل کو یکسر نظر انداز کرکے سیاسی مزاروں پر نہ صرف یہ کہ سر جھکا رہا ہے، بلکہ کبھی مسلم پرسنل لاء بورڈ کی مخالفت میں بھی اس کو احساس نہیں ہوتا کہ اس کی نحوست کا بھگتان مسلمانوں کو کتنا بھگتنا پڑے گا؟

مسلمانوں کو صرف ذکر وعبادت اور اخلاقیات ہی کی تعلیم نہیں دی گئی ہے بلکہ جب خالق کائنات نے عالم کو عالم اسباب بنایا، تو توکل کی تعلیم ان اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ دی گئی ہے۔ اور علماء حق اس کی دعوت دیتے ہیں۔

زیادہ تفصیل کا موقع نہیں صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں، قرآن مجید میں رزق کے سلسلہ میں فرمایا گیا: (فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) (جمعہ/۱۰) ''پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل وروزی تلاش کرو اور خدا کو بکثرت یاد کرو تا کہ نجات پاؤ''۔

خود قرآن کریم میں رزق کمانے کا حکم دیا جارہا ہے اسلئے کہ انسان دنیا میں ان سب چیزوں کا محتاج ہے، اسکے بغیر گذاران نہیں ہوسکتا، تو اصول وضابطہ کی روشنی میں کثرت سے مال حاصل کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ فضیلت ہے اور مال کے ذریعہ بھی دنیوی اور اخروی ترقی ہوتی ہے۔ غریبوں اور بیواؤں کی امداد بغیر مال کے کیسے ممکن ہے؟

ترقی اسلام کی اطاعت میں ہے

ارکان اسلام میں ایک رکن زکوٰۃ بھی ہے کیا زکوٰۃ بغیر مال کے دی جائے گی؟ جب زکوٰۃ فرض ہے تو مال کمانا منع ہوگا؟ مسئلہ صرف یہ ہے کہ کاروبار اور تجارت میں شرعی احکامات کی رعایت کی جائے اور کمانے کی نیت اچھی ہو۔ قوموں اور قبیلوں کی ہنگامہ خیز دنیا میں شر وفساد کو دبانے کے لئے قوت وطاقت کی بھی ضرورت ہے، اس کا بھی اسلام میں حکم ہے پھر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ علماء اس سے روکتے ہیں؟

جب مسلمان من حیث القوم ان خطوط پر چلنے لگیں گے جو اسلام نے ان کو بتائے ہیں تو ان کے لیڈر وقائد بھی انہیں میں کے ایک فرد ہوں گے اور صحیح جذبۂ

خدمت اور قومی وملی ضرورت کا احساس کر کے قیادت کے میدان میں آئیں گے، اور مخلصانہ قیادت کریں گے، ایثار وقربانی کے ساتھ قوم کو سنبھالا دینے کی فکر کریں گے۔ دن میں کوششیں اور کاوشیں کریں گے، رات کو اپنے رب سے مانگیں گے، روئیں گے اور گڑگڑائیں گے تب مسلمان کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ ان کی ذلت وپستی کی بساط پلٹے گی اور شرف وعزت کی مسند سجے گی۔

کیا ہمارے سامنے ہمارے اسلاف کی تاریخ نہیں ہے کہ کس طرح انہوں نے ترقیاں کیں؟ دنیا میں بھی ان کا اعزاز تھا لوگ ان کا نام سن کر کانپتے تھے مگر یہ خود اللہ کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے ایک قاصد روم سے مدینہ منورہ آیا لوگوں سے معلوم کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں ملیں گے ان کا دربار کہاں ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں۔ وہ شخص قبرستان پہنچتا ہے تو کیا دیکھتا ہے اتنا بڑا خلیفہ جس کے نام سے بڑے بڑے بہادروں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں وہ بغیر کسی حفاظتی دستہ کے سر کے نیچے اینٹ کا تکیہ لگا کر آرام سے بلاخوف وخطر سو رہا ہے وہ شخص حیران وپریشان ہوکر کانپنے لگا اور کہنے لگا کہ جو جسم مجھے عطا کیا گیا ہے اگر اس طرح سات جسم بھی عطا کردیئے جائیں تو بھی اس کے خوف سے کانپنے لگیں گے۔ پھر اس نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کرلیا کہ یہ خوف ودہشت جو مجھے محسوس ہورہی ہے وہ درحقیقت اس مرد فقیر کی نہیں ہے بلکہ اللہ سے اس کا خاص تعلق ہے اس لئے مجھے اس سے خوف محسوس ہورہا ہے۔ پھر وہ شخص مشرف باسلام ہوجاتا ہے۔

آج ہم نے اسلام کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور شیطان کی راہ اختیار کرلی۔ ہم اپنا جائزہ لیں کہ ہماری زندگی کا کتنا حصہ اسلام کے مطابق ہے اور کتنا شیطان کے پیچھے چلنے میں لگ رہا ہے۔

اللہ کی مدد کہاں سے آئے؟

اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کا وعدہ تو اس پر ہے کہ مسلمان خدا کے دین پر عمل کریں گے تب وہ خدا کی مدد کے مستحق ہوں گے اور ان کو ثابت قدمی حاصل ہوگی اور پھر ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرمایا: (اِن یَّنصُرکُمُ اللّٰہُ فَلاَ غَالِبَ لَکُمْ) (آل عمران:۱۶۰) ''اگر خدا تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا''۔

مسلمانوں کو صرف مسجد یا خانقاہ میں پڑے رہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کریں گے، تاکہ وہاں اسلامی اخلاق وکردار، ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت واحساس ذمہ داری، امانت ودیانت، انسانوں سے محبت، خدا کی مخلوق پر رحمت ورأفت کا مظاہرہ ہو۔ اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ مسلمان آپس میں مل جل کر رہیں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہیں۔ صرف گوشہ تنہائی میں رہنے سے یہ مقصد ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا ہے اسلام رہبانیت اور جوگی پن کی تعلیم نہیں دیتا۔ دنیوی تعلیم حاصل کرنے اور ترقی کی منزلوں کو طے کرنے کو منع نہیں کرتا اسلام آفاقی مذہب ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہر ہر فرد کیلئے اسکے زندگی گذارنے کے اصول وضابطہ رکھتا ہے اور مذہب ہی سے ہر چیز مل سکتی ہے۔ اپنے مذہب سے باہر کسی چیز کو تلاش کرنیکی ضرورت نہیں اللہ ورسول ﷺ سے محبت کس طرح ہونی چاہئے بندے کا اللہ سے تعلق کیسے ہو؟ اللہ سے کس طرح مانگنا چاہئے؟

پورے پورے مسلمان بنو

اگر رات کو رونا اور گڑگڑانا خدا سے مانگنا ہاتھ پھیلانا ملائیت اور بنیاد پرستی ہے تو یہ وہی اسلام ہے جس کو نبی آخرالزماں لے کر آئے لیکن اگر اس کے علاوہ ہے تو

مفاد پرستوں کا سیاسی اسلام ہے اور سیاسی اسلام عزت نہیں ذلت دیتا ہے۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر مضامین و تقریروں کے انبار تو لگائے جاتے ہیں۔ مگر خود اپنے عمل کا جائزہ، اپنے ایمان و اسلام کی فکر کوئی نہیں کرتا، گویا خود پر کوئی ذمہ داری نہیں، جب ہر مسلمان اور ہر خطیب و صاحب قلم، ہر لیڈر و قائد اسلامی احکامات کا مکلّف دوسروں ہی کو سمجھے تو اسلام کہاں سے آئے گا؟ اور جب اسلام نہیں آتا تو پھر مسلمان قوم اور دوسری قوموں میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے اور پھر شکوہ کس بات کا؟ قرآن کریم نے بہت صاف اور واضح الفاظ میں فرما دیا: "یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ" (نساء/۱۳۶) مومنو! خدا پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخرالزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں، سب پر ایمان لاؤ۔

کیا ایمان سے مراد صرف زبانی قرار ہے اور عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں؟ سنئے آگے قرآن مجید کیا کہتا ہے: "یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" (بقرہ/۲۰۸) (مومنو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو کیوں کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور پورے طور پر اسلام میں داخل ہونا یہی ہے کہ ہمارا ایک ایک طریقہ نبی اکرم ﷺ کی منشا کے مطابق ہو کوئی کام خلاف شرع نہ ہو اسی کا نام شریعت ہے ایسا نہ ہو کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر آج ہمارا یہی حال ہے کہ ہم اپنی مرضی کے جو کام ہوتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ اسلام کا اس کا حکم دیتا ہے نہیں ہم کو ترقی اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ اللہ و رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی گذاریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆

عدل واحسان اور صلہ رحمی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. "اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ". صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

معزز سامعین، خواتین اسلام، مشفق و مہربان معلمات! قرآن کریم کی جس آیت کریمہ کی میں نے تلاوت کی ہے یہ بڑی ہی اہم آیت ہے جمعہ کے خطبہ میں بھی یہ آیت پڑھی جاتی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم فرمایا۔ اور تین چیزوں سے منع کیا ہے۔ اکثم بن صفی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم

سے کہا ''میں دیکھتا ہوں کہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کینہ اخلاق واعمال سے روکتے ہیں۔ تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو۔ فَكُوْنُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ رُؤُسًا وَلَا تَكُوْنُوْا فِيْهِ اِذْنَابًا یعنی تم اس سلسلہ میں ذرا بھی تاخیر نہ کرو۔ حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں ہوئی۔

اسلامی معاشرے کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے' قائم رکھنے' ترقی دینے' اسے امن وسکون سے معمور کرنے اور پاکیزہ بنانے میں جن باتوں کی بنیادی اہمیت ہے ان میں سب سے پہلی بات عدل وانصاف کے نظام کا قیام ہے۔ انبیائے کرام کے دنیا میں آنے اور ساری زندگی جدوجہد کرنے کا ایک مقصد لوگوں میں عدل وانصاف قائم کرنا ہے۔ اس حوالہ سے ارشاد ربانی ہے۔ ''اللہ تبارک وتعالیٰ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے، اور بدی وبے حیائی اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو''۔ (سورۃ النحل)

اس آیت کے پہلے نصف میں تین ایسی چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، جن پر پورے انسانی معاشرے کی دوستی کا دارومدار ہے۔ ان تین باتوں کا تذکرہ کرنے سے پہلے ایک اور آیت کا ترجمہ مفید رہے گا اور آیت کریمہ کو سمجھنے میں آسانی رہے گی۔ ارشاد باری ہے۔ ''ہم نے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے منافع ہیں''۔ (سورۃ الحدید) یہ تین چیزیں رسولوں کی رسالت پر صاف صاف نشانیاں ہیں۔ کتاب' ہدایت اور میزان ان تین چیزوں کیساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کو جس مقصد کیلئے بھیجا گیا' وہ یہ تھا کہ دنیا میں انسان کا رویہ اور انسانی زندگی کا نظام انفرادی اور اجتماعی طور پر بھی عدل پر قائم ہو۔ ایک

طرف ہر انسان اللہ کے حقوق' اپنے نفس کے حقوق اور ان تمام بندگان خدا کے حقوق جن سے ان کو کسی طرح بھی سابقہ پیش آتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک جان لے اور پورے انصاف کے ساتھ ان کو ادا کرے اور دوسری طرف اجتماعی زندگی کا نظام ایسے اصولوں پر تعمیر کیا جائے جن سے معاشرے میں کسی نوعیت کا ظلم باقی نہ رہے۔ تہذیب وتمدن کا ہر پہلو افراط وتفریط (کمی وبیشی) سے محفوظ ہو۔ اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں صحیح توازن قائم ہو اور معاشرے کے تمام عناصر انصاف کیساتھ حقوق میں اور فرائض ادا کریں۔ واضح الفاظ میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد عدل' انفرادی کا قیام بھی تھا اور عدل، اجتماعی کا قیام بھی۔ وہ ہر فرد کی شخصی زندگی میں عدل قائم کرنا چاہتے تھے اور اسی طرح انسانی معاشرے کے پورے نظام کو بھی عدل پر قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ فرد اور جماعت دونوں ایک دوسرے کی روحانی، اخلاقی اور مادی فلاح میں رکاوٹ بننے کے بجائے معاون ومددگار رہوں اور ایک دوسرے کے ساتھی بنیں۔

اگر ان چھ چیزوں پر انسان عمل پیرا ہو جائے تو اس کی دنیوی واخروی دونوں زندگیاں بڑی ہی خوشگوار ہو جائیں یہ چھ چیزیں زندگی کے تمام گوشوں کو حاوی ہیں۔ انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے نائبین اور خلفاء میں یہ صفات موجود تھیں اسی لئے وہ دنیا میں بھی خوشحال رہے اور سکون واطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے اور آخرت میں مرنے کے بعد ہی آرام وراحتی کی گھڑی شروع ہو جائے گی اس وقت آپ کے سامنے صرف تین چیزوں کے متعلق قدرے عرض کرنا ہے۔ عدل، احسان، صلہ رحمی۔

عدل وانصاف

عدل کا تصور دو مستقل حقیقتوں سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے درمیان حقوق میں توازن اور تناسب قائم ہو۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ

طریقے سے دیا جائے۔ اردو زبان میں اس مفہوم کو لفظ ''انصاف'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر یہ لفظ غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے اس سے خواہ مخواہ یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان حقوق کی تقسیم نصف نصف کی بنیاد پر ہو اور پھر اسی سے عدل کے معنی مساویانہ تقسیم حقوق کے سمجھ لئے گئے ہیں۔ جو سراسر فطرت کے خلاف ہے۔ دراصل عدل جس چیز کا تقاضہ کرتا ہے وہ توازن اور تناسب ہے نہ کہ برابری ومساوات۔ بعض حیثیتوں سے تو عدل بیشک، افراد اور معاشرہ میں مساوات چاہتا ہے، مثلاً حقوق شہریت میں۔ مگر بعض دوسری حیثیتوں سے مساوات بالکل خلاف عدل ہے۔ مثلاً والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی واخلاقی مساوات اور اعلیٰ درجے کی خدمات انجام دینے والوں اور کم تر درجے کی خدمت ادا کرنے والوں کے درمیان معاوضوں کی مساوات وغیرہ وغیرہ۔ پس اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ حقوق میں مساوات نہیں بلکہ توازن وتناسب ہے اور اس حکم کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاق، معاشی، قانونی اور سیاسی وتمدنی حقوق پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کئے جائیں۔

عدل وانصاف کے قیام کی اہمیت کا اندازہ اس آیت کریمہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر، راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے، کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کرے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے' اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو' جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جا بجا عدل وانصاف کی تاکید آئی ہے کہ آدمی کبھی بھی عدل وانصاف کے خلاف کوئی کام نہ کرے خواہ اپنے ہوں یا غیر، عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ آدمی غیروں کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لیتا، مگر اس کے

اپنے رشتہ داروں کے ساتھ غیروں کا معاملہ ہوتا ہے تو طرف داری کرنے لگتا ہے یہ دنیا ہے خواہ اپنے ہوں یا غیر ہر ایک کے ساتھ انصاف ہی کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تم انہیں ان کے اہل کے سپرد کر دو۔

احسان

عدل کے ساتھ دوسری چیز احسان ہے جس سے مراد ایک نیک برتاؤ، فیاضانہ معاملہ، ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس ولحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا ہے۔ یہ عدل سے زائد ایک چیز ہے جس کی اہمیت اجتماعی زندگی میں عدل سے بھی زیادہ ہے۔ عدل اگر معاشرے کی اساس ہے تو احسان اس کا جمال اور کمال ہے۔ عدل اگر معاشرے کی ناگواریوں اور تلخیو سے بچاتا ہے تو احسان اس میں خوش گواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے۔ کوئی معاشرہ صرف اس بنیاد پر کھڑا نہیں رہ سکتا کہ اس کا ہر فرد ہر وقت ناپ تول کر کے دیکھتا رہے کہ اس کا کیا حق ہے؟ اور اس سے وصول کر کے چھوڑے اور دوسرے کا کتنا حق ہے اور اسے بس اتنا ہی دیدے۔ ایسے معاشرے میں کشمکش تو نہ ہوگی مگر محبت اور شکر گزاری اور عالی ظرفی اور ایثار اور اخلاص وغیر خواہی کی قدروں سے محروم رہے گا۔ جو دراصل زندگی میں لطف وحلاوت پیدا کرنے والی اور اجتماعی محاسن کو نشو ونما دینے والی قدریں ہیں۔

احسان کا معاملہ بھی بڑا بلند اور اونچا ہے احسان کی وجہ سے دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے۔ قرآن نے جگہ جگہ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ احسان کے لغوی معنی کسی چیز کو اچھا کرنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ آدمی کوئی بھی کام کرے اس میں حسن وخوبی پیدا کرے خواہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا آپ کوئی بھی کاروبار کریں اس

کو دھوکہ دھڑی سے پاک وصاف رکھیں لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آئیں گے صدقہ وخیرات کریں، ریاکاری اور سمعت وشہرت سے خالص رکھیں نماز پڑھیں اخلاص کے ساتھ پڑھیں غرض احسان کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔

صلہ رحمی

تیسری چیز جو عدل کے ساتھ اہمیت رکھتی ہے وہ صلہ رحمی ہے جو رشتے داروں کے معاملے میں احسان کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے۔اس کا مطلب صرف یہی نہیں کہ آدمی اپنے رشتے داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشی وغمی میں ان کا شریک حال ہو اور جائز حدود کے اندر ان کا حامی و مددگار رہے بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہر صاحب استقامت اپنے مال پر صرف اپنی ذات اور اپنے بال بچوں ہی کے حقوق نہ سمجھے بلکہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق بھی تسلیم کرے۔شریعت الٰہی ہر خاندان کے خوشحال افراد کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھوکا ننگا نہ چھوڑیں۔اس کی نگاہ میں ایک معاشرے کا اس سے بدتر کوئی حال نہیں کہ اس کے اندر ایک شخص عیش کر رہا ہو اور اسی کے خاندان میں اس کے اپنے بھائی بند روٹی کپڑے تک کو محتاج ہوں۔ وہ خاندان کو معاشرے کا ایک اہم عنصر ترکیبی قرار دیتی ہے اور یہ اصول پیش کرتی ہے کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق اپنے خاندان کے خوش حال افراد پر ہے۔ پھر دوسروں پر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں ۔ یہی بات ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اولین حقدار اس کے والدین، اس کے بیوی بچے اور اس کے بھائی بہن ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد قریب تر ہوں اور پھر وہ جو ان کے بعد قریب تر

ہوں اور یہی اصول ہے جس کی بناء پر حضرت عمرؓ نے ایک یتیم بچے کے چچازاد بھائیوں کو مجبور کیا وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار بنیں! اور ایک دوسرے یتیم کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا کوئی بعید ترین رشتہ دار بھی موجود ہوتا تو میں اس پر اس کی پرورش لازم کر دیتا۔اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر واحد (یونٹ) اس طرح اپنے اپنے افراد کو سنبھال لے اس میں معاشی حیثیت سے کتنی خوش حالی، معاشرتی حیثیت سے کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی و بلندی پیدا ہو جائے گی۔

آج ہمارے معاشرے میں اس چیز کی بڑی کمی ہے یتیموں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت پر خود ان کے قریبی رشتہ دار بھی توجہ نہیں کرتے ہیں۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بچے لاوارث ہو کر رہ جاتے ہیں۔اور تعلیم و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اندر اخلاقی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔اور معاشرے کے لئے یہی بچے ناسور بنتے ہیں اس لئے اسلام کے اہم حکم اور تعلیم یعنی صلہ رحمی کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے قوانین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

صحبت کی برکت

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، سامعین محترم، معزز خواتین! آج میری تقریر کا عنوان ہے صحبت کی برکت اللہ تعالیٰ نے انسان بلکہ تمام ہی مخلوق کو خواہ جاندار ہو یا غیر جاندار نباتات جمادات حیوانات ہر ایک کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ دوسروں کی صحبت سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ اسی طرح آدمی آدمی کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ اس لئے دوستی اور صحبت کے لئے اچھے ہی آدمیوں کا انتخاب کرنا چاہئے اور اتباع ایسے لوگوں کی کرنی چاہئے جو گذر چکے ہیں اور وہ معزز ہستی حضور ﷺ کے فیض یافتہ صحابہ کرام ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت وہ پاکیزہ مقدس اور معیاری جماعت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی کمالات اور معیاری صفات سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا، مربی اعظم رسول اکرم ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی، ایمان ویقین سے ان کے دل ودماغ منور ومعمور ہوگئے، حضور ﷺ نے ان کی صلاحیتوں کو، جو آپسی خونریز جنگوں، قبائلی منافرت، شرک وکفر کی آلودگیوں میں ضائع ہورہی تھیں، ٹھکانے لگایا اور ایسی قوم کو جو دنیا سے کنارہ کش تھی اور دنیا بھی ان کو کسی طرح کی اہمیت دینے کو تیار نہ تھی، قیادت وسیادت، عظمت وسربلندی کے اس مقام پر فائز کردیا جس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اس پیکر حسن وجمال، تربیت نبوی سے آراستہ وپیراستہ، اوصاف انسانی اور کمالات بشری سے متصف بلکہ اس کے لئے نمونہ اور معیاری جماعت کی چند نمایاں اور امتیازی خصوصیات درج کی جاتی ہیں، تاکہ ایک طرف ان کی عظمت واہمیت کا اندازہ اور ضرورت معلوم ہو اور دوسری طرف معاشرہ کے افراد اپنی کوتاہیوں اور عیوب کا ازالہ کرسکیں اور اس آئینہ شفاف سے اپنی صورت گری کرسکیں۔ اوران کی اتباع وپیروی کرسکیں اور اپنی دنیوی واخروی زندگی کو سنوار سکیں۔ انہیں معزز جماعتوں کے نقش قدم کی اتباع ہی ہم کو منزل مقصود تک پہونچا سکتی ہے۔

صحبت بابرکت

پہلی صفت جو صرف اور صرف انہی کا حصہ ہے جس کے ذریعہ وہ ایمان ویقین کی ان بلندیوں اور اوصاف وکمالات کی ان رفعتوں تک پہونچے جس کا

مقابلہ پوری انسانیت بھی مل کر نہیں کر سکتی ، وہ نبی پاک ﷺ کی صحبت بابرکت اور آپ کی مجلس نشینی کی سعادت اور ایمان کے ساتھ آپ کا دیدار اور زیارت ہے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام پر (متنوع اور مختلف بلکہ متضاد صفات کے حامل ہونے کے باوجود) صحبت کی صفت غالب آئی اور ان کا لقب قرار پاگئی، گویا صحبت نبوی ان کی ایک ایسی انفرادی صفت تھی کہ اس جماعت کا نام ہی صحابہ پڑ گیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَاَرۡضَاھُمۡ وارزقنا اتباعھم وحبھم، جس سے صحبت کی اہمیت اور اس کی اثر انگیزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، جو جتنا کامل ہوگا اس کی صحبت وہم نشینی اتنی ہی اثر انگیز، معنی خیز اور انقلاب انگیز ہوگی۔

رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر کون کامل ہوسکتا ہے، آپ کاملوں کے سردار، انبیاء کے امام، اور اہل نبوت ورسالت، اہل ولایت اور معرفت، اہل صدق وصفا، ارباب جود وعطا، اور اصحاب تأثیر وانقلاب کے سرگردہ اور سرخیل تھے، اس لئے آپ کی صحبت میں جو بیٹھا، کندن بن کر نکلا اور ایمان کی نظروں سے جس نے زیارت کرلی، وہ ایمان ویقین کی آخری منزلوں تک جاپہونچا اور چشم زدن میں معراج ولایت حاصل ہوگئی۔ اور بعد میں آنے والے انسان خواہ کتنے ہی متقی وپرہیزگار اور قطب وابدال کیوں نہ بن جائیں مگر ان کے برابر نہیں ہوسکتے جن کی آنکھوں نے ایمان ویقین کے ساتھ محبوب رب العالمین کو ایک اچٹتی نگاہوں سے زیارت کرلی ہو پھر ان لوگوں کو خوش نصیبی اور سعادت مندی کے کیا کہنے جنہوں نے سالہا سال تک نبی پاک ﷺ کی صحبت بابرکت میں گذار دی ہو، جن کی ہر ہر ادا حکم نبوی ﷺ کے تابع تھی جب تک حیات رہے آپ ﷺ کی ایک ایک نقل وحرکت کو سیکھتے اور سکھاتے رہے اور جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنا عمل نمونہ اور مثال آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ گئے۔

تھوڑی سی صحبت ہدایت کا ذریعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ساحران فرعون کے سامنے وعظ کہا اور اللہ کا خوف دلایا اور انہوں نے اپنی جادوگری کا تماشہ دکھا کر حقیقت کا علم حاصل کرلیا اور تھوڑی ہی دیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعلان کردیا، اس کو فرعون نے ان کی ملی بھگت بتا کر سخت ترین سزا کی دھمکی دی جواب میں ان جادوگروں نے جو ایمان والے ہو چکے تھے اس دھمکی آمیز بھپکی کو کچھ اہمیت نہ دی اور کسی طرح ایمان سے دستبردار ہونے سے صاف انکار کردیا بلکہ پوری ایمانی قوت سے اس سے کہہ دیا: (فاقض ما انت قاض)

یہ وہ ایمانی قوت ہے جو بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے، لیکن ایک عالی مرتبت پیغمبر خدا کی تھوڑی دیر کی ایمان کے ساتھ صحبت نے ان کو اس مقام پر پہونچا دیا کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کو زیر نہیں کرسکتی۔

اس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی صحبت کا اثر صحابہ کرام پر کیا پڑا ہوگا، ان کے ایمان ویقین کی طاقت کن بلندیوں پر پہونچ گئی ہوگی جس کا کچھ اندازہ صحابہ کرام کے واقعات سے ہوسکتا ہے جو بکثرت کتابوں میں موجود ہیں۔

انہوں نے کس طرح اسلام کی عظیم الشان خدمات انجام دی اس کے لئے جس طرح کی قربانی کی ضرورت پیش آئی اس سے کبھی گریز نہ کیا حتی کہ اپنی جانوں کا نذرانہ بھی دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے پیش کردیا اور کبھی بھی دشمنوں سے خائف نہیں ہوئے اور ان کو پشت نہیں دکھائی انہیں بزرگوں اور معزز ہستیوں کی قربانیوں محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اسلام صحیح شکل وصورت میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔

اسلاف کی اتباع ہی میں

آج اس دور میں مختلف افراد اور گروہ ایسی ہی غلطیوں کا شکار ہوگئے ہیں ۔ نہ ان کو سلف کے فہم وبصیرت پر اعتماد رہ گیا ہے نہ علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ راسخین فی العلم اور علماء ربانیین کی خدمت ومجلس میں حاضری کو ضروری اور بصیرت افروز تصور کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں جابجا ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں کی کثرت، فکری انحراف گرم بازاری، اسلاف پر طعن وتشنیع کا فیشن اور دینی نصوص اور مسلم الثبوت عقائد وحقائق کی من مانی تشریحات کی فراوانی اور ارزانی ہے اور یہود ونصاریٰ کی سی قبیح حرکات سے بھی گریز نہیں کی جاتی ہے انہوں نے آسمانی کتابوں میں اپنی طرف سے کتربیونت کرکے خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنی قوم کو بھی گمراہ کیا۔ قرآن کے اندر لفظی تحریف تو ممکن ہی نہیں اسی طرح معنوی تحریف کی بھی گنجائش نہیں لیکن ہر دور میں گمراہ کرنے والوں کی ایک جماعت رہی ہے جو سیدھے سادے لوگوں کو قرآن وحدیث کے الفاظ کو غلط معانی بنا کر جادۂ حق سے بھٹکاتے رہے ہیں اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

علماء ربانیین کی صحبت اختیار کریں

غرض کہ صحبت کا کوئی بدل نہیں جس طرح رمضان کے مہینہ میں عبادت کا ثواب کئی کئی گنا بڑھ جاتا ہے، جو غیر رمضان میں حاصل نہیں ہوسکتا اور مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا جو مخصوص ثواب ہے وہ کسی اور مسجد میں حاصل نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت، برکت کا جو فیض اور سعادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوگئی وہ کسی غیر کو حاصل ہوہی نہیں سکتی۔

اس طرح صحبت کی جو برکتیں اور فیوض ہیں وہ کسی اور طریقہ سے حاصل ہوہی نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی صحبت کی شرط ایمان تھی اور علماء ربانی اور مشائخ حقانی کی صحبت کی شرط اخلاص ہے اسلئے بہت سے وہ لوگ صحبت میں رہ کر بھی اس کی برکات وفیوض سے محروم رہ جاتے ہیں جو اخلاص سے محروم رہ کر صحبت اختیار کرتے ہیں۔ اسلئے جب علماء ربانیین اور بزرگان دین کی صحبت میں جائیں تو اپنی نیتوں کو صاف رکھیں۔ اخلاص کے ساتھ شریک ہوں دلوں کے اندر نفرت وکدورت ہو تو ایسی صحبت سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم ان بزرگوں کو تلاش نہ کریں جو کتابوں کی زینت ہیں آج امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں ملیں مگر ہماری اصلاح کیلئے ہمارے زمانہ کے مناسب حال بہت سے اللہ والے ملیں گے ہم ان کے ذریعہ بھی اپنی اصلاح کرسکتے ہیں۔

ایمان وتصدیق

دوسری صفت جو صحابہ کرام کو دوسروں سے ممتاز اور ان کو جداگانہ حیثیت عطا کرتی رہی ہے، وہ ان کی صفت ایمان اور دل کا یقین اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق ہے، انہوں نے جب رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کو مان لیا تو پھر دل وجان سے تصدیق کی۔ ہر طرح کے شکوک وشبہات اور اعتراضات واشکالات سے ان کے قلب ودماغ محفوظ ہوگئے، قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں، ان کے دل کے دروازے اور دماغ کی گرہیں کھل چکی تھیں، شکوک وشبہات کی جگہ ایمان ویقین نے لے لی تھی اور اعتراضات کے بادلوں اور لشکروں کو معرفت وتصدیق نے چھانٹ دیا تھا اور زیر کرلیا تھا اور ان کو آیات قرآنی اور تعلیمات نبوی کے لئے دلائل کی ضرورت نہ رہ گئی تھی اگر کوئی منکر اسلام اور منافق، اشکال واعتراض نکال کر ان کو

تذبذب اور ارتیاب کا شکار بنانا چاہتا تو اس کو چپ اور مطمئن کر دیتے کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہ جاتا گویا وہ دلائل کے محتاج نہ تھے بلکہ دلائل میں پھنسی اور اُلجھی طبیعتوں کو مطمئن کرنے کے لئے دلائل پیش کر دیا کرتے تھے، کیونکہ دلائل کی محتاجی اکثر انہی کو پیش آتی ہے جو پہلے سے تذبذب کا شکار اور شکوک وشبہات سے زار ونزار ہوتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام کے لئے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی ہی تمام اشکالات اور اعتراضات کو رفع کرنے کے لئے کافی تھی ان کے اذہان وقلوب فلسفیانہ موشگافیوں سے پاک وصاف تھے۔ توحید ورسالت اور مبدأ ومعاد ان کی طبیعت میں رچی بسی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کرتے۔ نزول وحی کا مشاہدہ کرتے راتوں کے اللہ کے حضور کھڑے ہو کر گڑگڑانے اور روتے رہتے تھے اور دن میں دشمنان خدا سے مقابلہ ومقاتلہ کرنے اور ہر ہر چیز میں آپ ﷺ کی نقل وحرکت کی اتباع کرنے میں فخر محسوس کرتے۔

ایمان تو یہ ہے

اللہ کے رسول اللہ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے، آسمانوں اور وہاں کے مکینوں کے عجیب وغریب مشاہدات سے سرفراز ہوئے اور آپ نے صبح یہ واقعات ومشاہدات اہل مکہ کے سامنے بیان کیے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کسی قسم کا تذبذب اور شک پیش نہیں آیا: لیکن مکہ کے کافروں میں ہلچل مچ گئی، کیونکہ ان کی طبیعتوں میں پہلے سے ہی شکوک وشبہات کے کانٹے چبھے ہوئے تھے تو انہوں نے اس کا خاکہ اڑانا شروع کیا اور بھاگے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے: کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ شخص شک میں پڑ جائے تو معاملہ آسان ہو جائے گا۔ ان سے کہا: سنا سنا آج رات تمہارے ساتھی آسمانوں کی سیر کر کے آئے ہیں،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت سکون واطمینان سے جواب دیا اگر آپ ﷺ نے فرمایا تو سچ فرمایا۔ وہ حیرت میں پڑ گئے اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دلیل پیش کی کہ جب ہم یہ مان چکے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دن میں کئی کئی مرتبہ آتے جاتے ہیں تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بھی ان کا مالک دن ورات کی کسی بھی گھڑی میں سیر کرا دے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی تصدیق کیلئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں پیش آئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے، چودھویں صدی کے خلائی سفروں کا انتظار کرتے، بلکہ انکی تصدیق نے دلیل فراہم کی۔

آج کل کے ہمارے پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ حضرات نئی نئی ایجادات اور سائنسی دنیا کے انقلابات سے ایسا مرعوب ہو چکے ہیں کہ قرآنی نصوص اور صحیح نبوی تعلیمات کو بھی اس پر رکھ کر پرکھتے ہیں اور ایمان ایسا کمزور ہو گیا ہے کہ ان نصوص میں تبدیلی کے علمبردار بن جاتے ہیں، خود تو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

یہ نتیجہ ہے دینی تعلیم نہ سکھانے کا، اگر ابتدا میں بچوں کو علم دین سکھا دیں تو دین کی باتوں میں جو شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہیں ہوتے اور مغربی تعلیمات اور سائنسی انکشافات وایجادات سے مرعوب نہ ہوتے قرآن وحدیث کے مطالعہ سے تو لوگ دنیوی ترقیاں حاصل کر رہے ہیں اور جتنی زیادہ سائنس ترقی کرتی جائے گی۔ اسلامی احکامات اتنے ہی زیادہ لوگوں کے سامنے کھلتے جائیں گے۔

قرآن وحدیث کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے

نہایت افسوس کی بات ہے نہ قرآن کا صحیح مطالعہ کیا نہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات وارشادات سے اشتغال رکھا نہ ایمان ویقین سے آشنا ہوئے اور نہ تصدیق کی منزلوں سے گذرے، لیکن قرآن میں تبدیلی، ارشادات نبوی میں حذف

واضافہ، بلکہ ان کا سرے سے انکار کرنے لگتے ہیں، کیونکہ ان کے زعم میں زمانے کی روشن خیالی، ترقی اور نئی ایجادات کا وہ ساتھ نہیں دے سکتے، وہ کہنے لگتے ہیں ایک زمانہ تھا جب انہوں نے بہت اچھا رول ادا کیا تھا، لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے، حالات بدل گئے ہیں، انسان بدل گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب بہانے ہیں نہ انسان بدلا ہے نہ زمانہ بدلا ہے، بلکہ اس وقت قرآن وحدیث کی جتنی شدید ضرورت ہے اتنی کبھی نہیں تھی، پرانی جاہلیت نئے رنگ وروپ میں پھر پلٹ آئی ہے، شراب پرانی ہے جام نیا ہے، وہی سارے کھیل کھیلے جارہے ہیں جو دور جاہلی میں تھے، نام نئے ہیں، رنگ نئے ہیں، ڈھنگ نئے ہیں۔

مزید افسوس اس پر بھی ہے کہ ہمارے دینی حلقہ کے کچھ افراد جو تعلیم یافتہ حضرات کی ہم نوائی کرنے لگتے ہیں اور دبے پاؤں بعض اسباب کی وجہ سے یہ روگ ان میں بھی سرایت کرجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

ضرورت اسی ایمان کی ہے جو صحابہ کو حاصل تھا اور جوان کی صحبت میں بیٹھ کر ہی مل سکتا ہے، ان کے ایمان افروز واقعات اور تصدیق وایقان کی کیفیات دیکھی جائیں اور ان کے اپنے ایمان کی چنگاری کو فروزاں اور تصدیق کو مہمیز کیا جائے۔ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں ان کے تذکرے کئے جائیں دل سے ان کا احترام کیا جائے ان پر طعن وتشنیع کرنے سے اپنی زبانوں کو محفوظ کیا جائے تاکہ کل قیامت کے دن اس کا وبال ہمارے اوپر نہ آئے۔

اطاعت وفرمانبرداری

تیسری امتیازی صفت صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت اور فرمانبرداری ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کو آخری حکم، فیصلہ کو آخری فیصلہ سمجھنا اور اس کو دل وجان سے

تسلیم کرنا ان کا ایسا شعار بن گیا تھا کہ انہوں نے اپنے جذبات کی لگام آپ ﷺ کو دے دی تھی، آپ ﷺ کی زبان سے بات نکلی اور ادھر عمل کے لئے قدم اٹھے یہ امتیاز کرنا مشکل ہونے لگا تھا کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے لفظ پہلے نکلا ہے یا عمل کے لئے قدم پہلے اٹھے ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہونے والے ہیں کہ اچانک کان میں یہ آواز آتی ہے کہ بیٹھ جاؤ! وہیں بیٹھ جاتے ہیں یہ گوارہ نہیں کہ رسول ﷺ کی آواز سن لینے کے بعد آگے بڑھ جاتے جتنے قصے قضیے پیش آتے تھے وہ دربار رسالت مآب میں پہونچ کر فوراً ختم ہوجاتے تھے، اور یہ کیفیت آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی باقی رہی کہ جب کوئی مسئلہ پیش آیا اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا حکم مل گیا فوراً مسئلہ حل ہوگیا، کسی نے اچھی تصویر کشی کی ہے۔ ؎

شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بہ خود آگ ان کی
جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ

سخت سے سخت محاذ پر، بڑی سے بڑی جنگ میں اور خطرناک سے خطرناک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے جان ومال اور اہل وعیال کی پرواہ کئے بغیر کود پڑنا ان کے لئے بائیں ہاتھ یا بچوں کا کھیل تھا، لیکن ان کا امتیاز یہ بھی ہے کہ جنگ آزمودہ ہوتے ہوئے اور جان جوکھم میں ڈال کر بڑے سے بڑا معرکہ سر کرلینے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود جب برداشت کا موقع آیا اور خاموش رہ کر بلکہ ظاہری اعتبار سے دب کر صلح کرنے کا موقع آیا تو اس وقت بھی اطاعت وفرمانبرداری سے دست کش نہیں ہوئے جس کی کھلی مثال صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے اگر اس نظر سے

غزوات وسرایا کا مطالعہ کیا جائے اور صحابہ کی اطاعت وفرمانبرداری کو دیکھا جائے تو اس کی نظیر نہیں ملے گی کہ کس طرح صحابہ کرام نے سمع وطاعت کو نباہ کر دکھادیا۔ اور انہیں دنیا تک کے لئے نمونہ اور مثال چھوڑ گئے۔ ایک صحابی آکر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم جنت میں چلے بھی گئے اور آپ کا مقام ومرتبہ اتنا بلند ہوگا معلوم نہیں ہم زیارت بھی کرسکیں گے یانہیں پھر ہمیں کیا سکون ملے گا۔ جب آپ کا دیدار ہی نہیں ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے اس نے محبت کی ہوگی اور آپ ﷺ سے محبت یہی ہے کہ ہر ہر حکم میں اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔

لیکن ہمارا معاشرہ اس صفت سے بالکل خالی ہوچکا ہے۔ نہ اطاعت ہے نہ فرمانبرداری اگر قرآن مجید کی نصوص اوراحادیث رسول ﷺ بھی پیش کردی جائیں تو بھی ایک طبقہ قبول کرنے کے لئے تیارنہیں ہوگا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام اور ظاہری اعتبار سے پیچھے چلنے والوں کی اطاعت کی جانے لگی۔ ان کے جذبات کا خیال کیا جانے لگا، جو مطاع تھے وہ مطیع ہوگئے، جو مقتدا تھے وہ مقتدی ہوگئے، جن کو حق کہنا چاہئے تھا وہ عوام سے ڈر گئے، مصلحتوں کی آڑ لے کر حق کو چھپانے لگے، اس کا نتیجہ جو ہونا چاہئے تا، وہ ہوکر رہا اور کھلونا بن کر رہ گئے۔ ہم کو عزت وسربلندی اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ آپ ﷺ کی ایک ایک سنت پر عمل کیا جائے اور اپنی زندگی میں لایا جائے اور صحابہ کرام سے عقیدت ومحبت بھی ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہ بھی جزو ایمان میں سے ہے۔ اگر اس میں کمی ہوئی تو ایمان کی سلامتی کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام سے عشق ومحبت نصیب فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اخلاص عمل کی روح ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَن لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

محترمہ صدر معلّمہ بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو! اللہ کے یہاں اخلاص کی بڑی قدر ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی ایک کھجور کے برابر کوئی چیز صدقہ کرے حلال اور پاکیزہ کمائی سے اور اللہ تعالیٰ تو حلال چیز ہی قبول کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو دائیں ہاتھ سے قبول کرتے ہیں پھر اس کی اس طرح پرورش کرتے ہیں جیسے کوئی تم میں بچھڑے کی پرورش کرتا ہے جہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ". (حم السجدہ:۲۹)

جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر مستقیم رہے، ان لوگوں پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو، اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

صحابہ کرام کی تاریخ اٹھا کر پڑھئے تو ان کی استقامت کا حال معلوم ہو کہ انگاروں پر لٹائے جاتے تھے، سینے پر پتھر رکھے جاتے تھے، بدن میں کانٹے چبھوئے جاتے تھے، شدت کی دھوپ میں کانٹوں پر گھسیٹے جاتے تھے، پھر بھی اَحد اَحد ہی کی صدا لگاتے تھے، اس لئے کہ انہوں نے اسلام کو دین حق سمجھ کر قبول کا تھا، اور اسی پر مرتے دم تک ثابت قدم اور اٹل رہے، حتیٰ کہ اپنی جان، اپنا مال، اپنی عزت، اپنی اولاد، ساری چیزوں کو انہوں نے دین اسلام پر قربان کردیا، عشق ومحبت کا اصلی رنگ اور جان نثاری وفدائیت کا حقیقی نمونہ اگر دیکھنا ہو تو صحابہ کرامؓ کو دیکھو کہ انہوں نے جبل استقامت بن کر سارے عالم کو دکھادیا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر بھی ایسے ایسے انعامات ہوئے کہ دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری ان کو سنائی گئی، رضائے الٰہی کا پروانہ ان کے لئے نازل ہوا: ”رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ“ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔)

صحابہ کرام معزز ہستیاں ہیں

زبان نبوت نے بار بار ان کو مژدۂ جانفزا سناتے ہوئے فرمایا: اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ رضی اللہ عنہ رات کی اندھیریوں میں روشن اور چمکدار ستاروں کے مانند ہیں اور ان میں سے جن کی اقتدا کرلو گے ہدایت پاجاؤ گے۔ لَا تَمَسَّ النَّارَ مُسْلِمًا رَآنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَآنِیْ ۔ جہنم کی آگ اس آدمی کو نہیں چھوسکتی ہے جس نے مجھے دیکھ لیا یا میرے دیکھنے والے صحابہ کو دیکھ لیا۔

ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جو تیس نفر پر مشتمل تھی سفر میں گئی اور عرب کے کسی قبیلہ میں قیام کیا، اور ان لوگوں سے مہمان داری چاہی، مگر انہوں نے ان حضرات کی ضیافت نہیں کی، پھر واقعہ یہ پیش آیا کہ اس قبیلہ کے سردار کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا، بہت سے اطباء علاج کے لئے بلائے گئے، اور انہوں نے ہر ممکن کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی، اور امیر کو کسی طرح شفا نہیں ہورہی تھی، کسی نے کہا کہ اگر تم اس جماعت کے پاس جاؤ جو باہر سے آکر ٹھہری ہوئی ہے، تو شاید ان میں سے کوئی اس مرض کو دور کرنے کا منتر جانتا ہو، جاؤ ذرا پوچھو تو سہی، چنانچہ لوگوں نے جا کر ان حضرات سے کہا کہ ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے، اور ہم نے ان کی شفا کے لئے ہر ممکن تدبیر کی لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی، کیا تم میں کسی کے پاس اس کا منتر ہے؟ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں! بخدا میں اس کا منتر جانتا ہوں، مگر چونکہ تم لوگوں نے ہماری مہمانی کا حق ادا نہیں کیا، اس لئے جب تک تم کوئی معقول اجرت نہ مقرر کروگے، ہم تمہارے امیر کو دم نہ کریں گے، چنانچہ ان لوگوں نے تیس بکریاں دینا منظور کیا، ایک روایت میں سو بکری، بھی آیا ہے، تو جا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کردیا اسی وقت امیر ہوش میں آگیا، اور اٹھ کر بیٹھ گیا، اور اس طرح چلنے پھرنے لگا گویا کہ اس کو کوئی مرض ہی لاحق نہ ہوا تھا، پھر شرط کے مطابق ان کو بکریاں دے کر رخصت کیا۔

اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا کہ ان بکریوں کا کھانا کیسا ہے؟ کسی نے کہا کہ ان کو آپس میں تقسیم کرلیا جائے، مگر جنہوں نے دم کیا تھا انہوں نے کہا کہ بھائی ان کو اس وقت تک تقسیم نہ کرو جب تک کہ ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اس واقعہ کا ذکر نہ کرلیں، پھر ہم انتظار کریں کہ آپ ﷺ ہمیں اس کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ یہ طے کر کے چلے، جب حضور اقدس ﷺ

کی خدمت میں پہنچے اور پورا واقعہ ذکر کیا، تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تم کو کیسے معلوم ہوگیا کہ سورہ فاتحہ اس زہر کا منتر ہے، پھر ارشاد فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کرو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ لگاؤ۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی دونوں بیماریوں کا علاج رکھا ہے آج ہم دسیوں عاملوں کے پاس جاتے ہیں حتی کہ کتنے مسلمان مرد وخواتین ایسے ہیں جو غیروں کے پاس مندروں میں بھی جاتے ہیں جب کہ ہر چیز کا علاج قرآن میں موجود ہے دوسروں کے پاس جا کر اپنے ایمان کو خراب کرتے ہیں، مگر قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی توفیق نہیں ہوتی برکتیں کہاں سے آئیں، رحمتوں کا نزول کیسے ہو؟

کلام کب موثر ہوتا ہے؟

بھائیو سنو! کلام پاک میں آج بھی وہی تاثیر ہے، مگر ہمارے پاس زبان ہیں، اور ہمارے سینوں میں وہ دل نہیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل اللہ تلاوت کرتے تھے، اس لئے پہلے اپنی زبان کو پاک کرو اور دل کو صاف کرو، اس کے بعد جب کلام اللہ کی تلاوت کروگے تو اس کا اثر ہوگا، اللہ والوں کی زبان میں بھی اثر ہوتا ہے۔

جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو سننے والوں کے دل پسیج جاتے ہیں آنکھیں نم ہوجاتی ہے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں انکے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی تلاوت سے متاثر ہوکر غیر مسلم ایمان قبول کرلیتے ہیں علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک غیر مسلم نے ان کے چہرے کو دیکھ کر اسلام قبول کرلیا اور کہا کہ یہ کسی چھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا ہے۔ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سحر انگیز تلاوت نے کتنے غیر مسلموں کو دولت ایمان سے نوازا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کے مواعظ میں ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کے صاحبزادے جب فارغ التحصیل ہوکر تشریف لائے تو ان کا وعظ ہوا اور بہت دیر تک بیان ہوا بہت سی عمدہ عمدہ باتیں بیان فرمائیں لیکن کسی پر کچھ اثر نہ ہوا، رمضان کا زمانہ تھا، ان کو یہ خیال ہوا کہ میں نے اتنا لمبا بیان کیا، قرآن کی آیتیں پڑھیں، حدیثیں پڑھیں، بزرگوں کے واقعات سنائے، مگر کسی پر کچھ اثر نہ ہوا، آخر کیا بات ہے؟ پھر اس کے بعد حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خود مجلس میں تشریف لائے، آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ بھائی میری سحری کے لئے دودھ رکھا ہوا تھا، رات میں بلی دودھ پی گئی، اس وجہ سے آج میں نے بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا، اتنا کہنا تھا کہ سارے مجمع پر گریہ طاری ہوگیا، سب لوگ رونے لگے، عجیب حال ہوگیا، گریہ وزاری کا ایک سماں بندھ گیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں وہ اثر تھا جس سے سارا مجمع متاثر ہوگیا، تو آخر کیا بات تھی؟ بات یہ تھی کہ آپ کے دل میں وہ دردوسوز تھا جس کا اثر لوگوں کے قلوب پر پڑتا تھا، حضرت شیخ المشائخ نے اپنے اس حال سے ظاہر فرمایا کہ علم اور چیز ہے اور باطنی دولت وکیفیت اور چیز ہے، اللہ والے جب بولتے ہیں تو اللہ ہی کے لئے بولتے ہیں اور قرآن وحدیث سے خود متاثر ہوکر بولتے ہیں، اس واسطے ان کے بولنے میں اثر ہوتا ہے، اور جس طرح اللہ والوں کی زبان میں اثر ہوتا ہے اسی طرح ان کی آنکھ میں بھی اثر ہوتا ہے، حق تعالیٰ ان کو نورِ فراست عطا فرماتے ہیں، جس سے حق وباطل میں تمیز کرتے ہیں۔

آج کل بیان بہت سنے جاتے ہیں جلسے جلوس کی کثرت ہے لچھے دار تقریریں ہورہی ہیں دور دراز سے مقررین اور عالمی شہرت یافتہ خطباء بلائے جاتے ہیں اور اپنے بیان سے پورے جمع پر سکوت طاری کردیتے ہیں۔ مگر جیسے بیان ختم ہوتا

ہے وہ باتیں بھی اوپر اوپر نکل جاتی ہیں اور زندگیوں میں ذرا بھی انقلاب برپا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دل کی گہرائیوں سے جب بات نکلتی ہے تو اس کا اثر بھی رہتا ہے۔

نور فراست

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے پاس اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ تو یہ نور فراست ہی تھا۔

حدیث شریف میں بدنگاہی کو آنکھوں کا زنا فرمایا گیا ہے، اس کا اثر آنکھ میں رہتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں پر کبھی مکشوف فرما دیتے ہیں۔ اللہ والوں کے پاس بہت سنبھل کر جانا چاہئے اور اپنے دل کو بدلنے کے لئے اور علم وعمل میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے جانا چاہئے۔ بھائی اخلاص ہی عمل کی روح ہے۔

عمل کی روح ہے اخلاص، جب تک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان وعمل میں تیرے تابانی

ریاکاری کا نتیجہ

کام تھوڑا ہو اور اس میں اخلاص ہو تو اس کی اہمیت بڑھی ہوتی ہے اور اگر اخلاص نہیں ہے تو کام خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں جو حدیث میں شروع میں آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا آغاز اسی حدیث سے کیا ہے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے نیت اگر صحیح ہے تو معمولی عمل بھی اللہ کے یہاں بہت بڑا ہے اس لئے ہم کوئی بھی چھوٹا بڑا نیک کام کریں تو اس میں اپنی نیت کو خالص رکھیں، ریاء اور دکھاوا نہ ہو قیامت میں تین قسم کے لوگوں کے

خلاف سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا۔ جنہوں نے دنیا میں بڑے بڑے نیک کام کئے ہوں گے اور ان سب کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک وہ مجاہد جو دکھاوے کے لئے اور اپنی تعریف و برائی کی خاطر جہاد کرتا، دوسرے وہ عالم جو اپنی تعریف کے لئے علم سیکھے اور سکھائے یعنی دین کی خدمت دکھاوے کے لئے کرے، تیسرے وہ مالدار جو شہرت کے لئے خوب پیسے خرچ کرے تو بظاہر ان لوگوں نے اچھے کام کئے لیکن نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلوص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

حسن سلوک کی فضیلت

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترم معلمات عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے ہر ایک کے حقوق و مراعات کا پاس و لحاظ کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں اور پروردگاروں کو اس بات کا مکلّف کرتا ہے کہ ہر ایک اپنے ذمہ عائد حقوق کو ادا کرے

اور ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرے۔ اور حسن سلوک ہمہ جہت ہونا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر پہلو کو بیان فرمایا، جو انسانیت نوازی اور اسلام کی کاملیت پر دلیل ہیں کہ ایک مسلمان کیسے اپنے بھائی کی خبر گیری کرسکتا ہے، اس سے ہمدردی کا اظہار کرسکتا ہے۔ طبرانی نے الکبیر میں صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پڑوسی کے حقوق تم پر یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو اور اگر انتقال ہوجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ جاؤ اور اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دو اور اگر کوئی برا کام کرڈالے تو اس کی خبر گیری کرو اور اگر اس کو کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارک باد دو اور اگر کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اتنی بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا بند ہوجائے اور جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو کوشش کرو کہ اس کی مہک اس کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو (کہ بے چارہ خوشبو سونگھ کر پریشان رہے اور یہ لذیذ کھانا کھانے کی استطاعت ہوتی) مگر یہ کہ تھوڑا سا اس کے گھر بھیج دو حسن سلوک کا یہ اعلی معیار اور اچھے برتاؤ کا اتنا واضح انداز محسنین وصادقین کے لئے پیغام عمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو خوش معاملگی میں کتنا بلند اور عمدہ کردار دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ طرز عمل تھا جو صحابہ کرام نے اپنے دینی بھائیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ اختیار کرکے اللہ کی محبت حاصل کی اور دنیا میں لوگوں کے دلوں کو فتح کیا اور محبت و پیار کا صالح معاشرہ تشکیل دیا۔ آج ہمارا کیا طرز عمل ہے ایک مسلمان دوسرے پڑوسی مسلمان کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ پڑوسیوں میں کتنی دوری اور جھگڑے ہیں جیسا کہ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے مرنے پر اس کے جنازے میں شریک تک نہیں ہوتا۔ شادی بیاہ کے موقع پر دور دراز کے سینکڑوں لوگ کھائیں گے مگر پڑوس والے کو دعوت نہیں دی جاتی۔

جب کہ اسلام اسکی تعلیم دیتا کہ بلکہ اس سے منع کرتا ہے کہ مسلمان آپس میں تعلقات کو منقطع کریں اور اگر کبھی انسانی فطرت کی وجہ سے کچھ رنجش ہو جائے تو تین دن تک تعلق منقطع کرنے کی اجازت ہے اگر کوئی شخص تین دن سے زیادہ تعلق منقطع کرتا ہے تو یہ جائز نہیں اور آج تو لوگ معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے کئی کئی سال تک بات چیت بند کر دیتے ہیں اور اپنے پڑوسیوں کیساتھ تو عام دستور کا روا سلوک کرنے کا ہے جبکہ پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہیں خواہ غیر مسلم پڑوسی ہی کیوں نہ ہو۔

راہگیروں اور ہم نشینوں سے حسن سلوک

اسلام اپنے متبعین کو حسن معاملہ کی کن بلندیوں پر دیکھنا پسند کرتا ہے اس کا اندازہ اس حکم سے کیجئے کہ اس نے مسلمانوں کو ان لوگوں سے بھی حسن معاملہ کرنے کو کہا ہے جو راہ چلتے مل گئے ہیں یا مسافر ہیں۔ اسی طرح سفر و حضر کے درمیان وقتی طور پر ساتھ ہو گیا ہے تو اسلام نے کہا ان پر بھی اپنے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کا اثر چھوڑو تا کہ جب وہ تم سے جدا ہوں اور اپنے گھروں کو جائیں تو تمہارے مداح اور ثنا خواں ہوں کہ ایک مسلمان ملا تھا۔ لمحوں میں جو اچھا تاثر اپنے عمل و کردار سے چھوڑا جا سکتا ہے وہ برسوں کی لمبی لمبی تقاریر اور اعلیٰ پیمانہ کے اصلاحی مضامین میں سے بھی ممکن نہیں ہے۔ کوئی بھی دین یا مذہب اس کے متبعین کے کرار سے پرکھا جاتا ہے اس لئے کہ راہگیر کوئی ہو خواہ مسلمان غیر مسلم اسی طرح ہم نشیں مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کے ساتھ حسن سلوک ایک مسلمان کا شعار اور شیوہ ہونا چاہئے اس نفس پرستی اور خود غرضی کے دور میں جب کہ نام نہاد ترقی یافتہ انسان ٹرین، ہوائی جہاز کے سفر میں جس طرح انسانیت سے گری ذہنیت کا ثبوت دیتے ہیں اس کا نتیجہ ہے کہ اب کسی کو کسی پر اعتماد نہیں رہ گیا ہے دوست بن کر دھوکہ دینا، دوران سفر رواداری کا اظہار

کر کے لوٹ لینا عام ہے۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ اسٹیشنوں اور شاہراہوں، ہوٹل وغیرہ میں یہ وارنگ بورڈوں وغیرہ پر آویزاں ہوتی ہے کہ اپنے قریب بیٹھنے والے سے ہوشیار رہیں کسی راہ چلتے ساتھی پر بھروسہ کر کے دھوکہ نہ کھائیں کیوں کہ سفر میں دوست بن کر سامان لوٹ لینے اور بیہوش کر کے رقم و سامان صفا کرنے کے واقعات تسلسل سے ہونے لگے ہیں کسی کے ساتھ حسن سلوک اب خطرہ کی گھنٹی بن گیا ہے۔ مگر اس دور میں بھی مخلص لوگوں کی کمی نہیں جو اپنے بلند کردار سے ثابت کر دیتے ہیں سب ایسے نہیں ہوتے جیسا کہ مشہور کر دیئے گئے ہیں۔

مسلمانوں پر دورِ انحطاط وزوال

مسلمانوں پر اس انحطاط وزوال کے دور میں بھی اچھے ہونے کا یقین باقی ہے ادھر چند سالوں سے مسلمانوں کو دہشت گرد، مجرم اور انتہا پسند مشہور کر کے ان سے لوگوں کو بدظن کرنے کی عالمی پیمانہ پر مہم چل رہی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان اللہ ورسول ﷺ کے حکموں کو چھوڑ دیں افسوس کہ اب مسلمانوں کی اکثریت بھی اپنے گھناؤنے کردار سے مخلصین ومحسنین کو بدنام کر رہی ہے۔ مسافرین کو آپس میں گھل مل کر زبردست نقصان سے دوچار کرنے والوں میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ جو اسلام کی بدنامی کا باعث بھی ہے اور گناہ کا موجب بھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کرے کہ کسی آدمی کو اس کی مجلس سے اٹھا کر پھر خود اس پر بیٹھ جائے، لیکن تم مجلس میں گنجائش پیدا کرو اور کشادگی پیدا کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب کوئی آدمی آپ کی خاطر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوتا تو اس کی جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔ (بخاری ومسلم) آج کل ایسا کرنا عام بات ہو گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دو آدمیوں کے درمیان

ان کی اجازت کے بغیر مت بیٹھو، نہ جانے وہ دونوں کیا بات کر رہے ہیں ان کے درمیان بیٹھ جانا تکلیف اور انقطاع گفتگو کا سبب ہوسکتا ہے ان پر ناگوار گذر سکتا ہے۔اگر چہ بڑی گہری دوستی ہو مگر پھر بھی اجازت لئے بغیر مت بیٹھو بعض آدمی یہ نہیں چاہتا کہ میری بات کوئی اور آدمی سنے یہ تعلق کو استوار رکھنے کے لئے بڑی اہم تعلیم ہے ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ مجلسیں امانتوں کے ساتھ ہیں یعنی مجلس میں جو بات بھی کہی جائے وہ امانت ہے اگر راز ونیاز کی باتیں ہورہی ہیں تو آپ اس بات کو ہرگز دوسروں تک نہ پہونچائیں ورنہ آپ گنہگار ہونگے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَجَسَّسُوْا اور دوسروں کے عیوب کے توہ میں نہ پڑو آدمی کو صرف اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیئے۔دوسروں کی اچھائی ہی پر نظر رکھنی چاہیئے۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

آج کے ترقی یافتہ دور میں جانوروں پر ظلم وستم ڈھانے کے خلاف عالمی تنظیمیں قائم ہوگئی ہیں حکومتی سطح پر ان کی حفاظت کرنے اور ان کے شکار کو ممنوع قرار دینے قانون بنایا جارہا ہے مگر قربان جایئے آج سے چودہ سو سال قبل اسی نبی آخر الزماں ﷺ کی ذات پر جس نے اپنے متبعین کو انسانوں ہی کے ساتھ نہیں جانوروں کے ساتھ بھی رحم دلی، حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کو ستانے مارنے پر وعید سنائی ہے۔حضرت حنظلہ راوی ہیں کہ رسول ﷺ ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گذرے جس کا پیٹ (بھوک کی وجہ سے) اس کی کمر سے لگا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا! لوگو ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو (بھوکا مت مارو) اور جب ان پر سوار ہو تو ٹھیک حالت میں ان کو چھوڑو بھی۔(ابوداؤد)

حضور ﷺ کی نظر ایک گدھے پر پڑی جس کے چہرے پر داغ دے کر نشان بنایا گیا تھا، تو آپ نے فرمایا وہ شخص خدا کی رحمت سے دور اور محروم ہے جس نے یہ بے رحمی والا کام کیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر بھوکا پیاسا رکھ ڈالا تھا نہ اس کو کھانے کو دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ حشرات الارض کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی۔(بخاری ومسلم)

اور ایک فاحشہ عورت صرف اس لئے نجات پاگئی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو اپنے کوزہ سے پانی نکال کر پلایا اور اس کی جان بچائی تھی جب کہ پیاس کی شدت سے کتے کی زبان باہر نکل آئی تھی۔(بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اس میں مسلم وغیر مسلم حتی کہ جانور بھی داخل ہیں کیونکہ وہ بھی تو اللہ کی مخلوق ہیں اور آدمی اپنے اہل وعیال کنبہ وخاندان کے ساتھ جو برتاؤ اور احسن سلوک کرتا وہی برتاؤ اور حسن سلوک فرق مراتب کے اعتبار سے ہر ایک کے ساتھ کرنا چاہیئے۔مگر ہم اتنے گئے گذرے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی بہن کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے تو کیا غیر مسلم اور جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کریں گے۔

نایاب مثال

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر فتح کیا تھا تو جس جگہ لشکر کا قیام تھا ان کے خیمہ میں کبوتر کے ایک جوڑے نے گھونسلہ بنالیا تھا اور اپنے بچے تیار کر لئے تھے جب لشکر روانہ ہونے لگا تو خیمہ اکھاڑے جانے لگے تو عمر بن العاص کے خیمہ کی باری آئی اچانک ان کی نظر گھونسلہ پر پڑی تو کہا ہمارے مہمانوں کو مت ستاؤ خیمہ یونہی رہنے دو اس لئے کہ کبوتروں نے گھونسلہ بنالیا ہے اکھاڑنے سے بے گھر

ہو جائیں گے۔ عربی میں کبوتر کے گھونسلہ کو فسطاط کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے مصر میں اس جگہ ایک شہر آباد ہو گیا جس کو فسطاط کہا جاتا ہے۔ اللہ کی عبادت ہو یا انسانی رشتوں اور معاشرتی رشتوں کے حقوق کی حسن ادائیگی یا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک یہ سب احسان کے شعبہ ہیں کہ ان کو جتنے عمدہ طریقے پر کئے جائیں گے۔ اللہ ایسا کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں اس لئے اس نے پیدا کیا تا کہ دیکھے اور پرکھے کہ کون لوگ حسن عمل کرنے والے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: وہی اللہ ہے جس نے موت وزندگی پیدا کی تا کہ دیکھے کہ تم میں کون اچھا عمل کرنے والے ہیں۔

یہ دنیا کی زندگی چند روزہ زندگی ہے آخر مرنے کے بعد ختم ہو جائے گی باقی رہنے والے ہمارے اچھے اور برے اعمال ہوں گے ہم نے اچھا عمل کیا ہے تو مرنے کے بعد عیش وآرام میں ہوں گے اور اگر برے عمل کئے ہوں گے تو مرنے کے بعد شقاوت وبدبختی مقدر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اعمال پر حسرت کا اجر

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْد قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّانَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى الدُّنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِمْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

محترم معلمات معزز خواتین عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ کے یہاں نیت کی بڑی قدر ہے نیت کی درستگی اور اخلاص کے ساتھ کوئی کام کیا جائے گا

اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو دعائیں ہاتھ سے قبول فرماتے ہیں۔ حتیٰ کہ صرف نیت ہی پر اس کو بہت بڑا اجر و ثواب عطا کر دیا جاتا ہے اس لئے انسان کو ہمیشہ اچھی ہی نیت اور ارادہ رکھنا چاہئے۔

ایک لوہار کا واقعہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی لوہار تھا، وہ فوت ہوگیا، اس کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا: جی! آگے کیا بنا؟ کہنے لگا: اللہ رب العزت کی رحمت ہوگئی، اور مجھے بخش دیا گیا، اور مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ میں پہونچا دیا گیا، وہ سن کر بڑا حیران ہوا، اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی، خواب دیکھنے والے خود بھی محدث اور عالم تھے، وہ سوچنے لگے کہ اسکے اہل خانہ سے پوچھنا چاہئے کہ اس کا کون سا کوئی خاص عمل ہے جو اللہ رب العزت کو پسند آگیا ہے؟ چنانچہ جب انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جیسے ایک عام مسلمان کی زندگی ہوتی ہے ایسے ہی ان کی زندگی تھی، پھر انہوں نے بتایا کہ میں اس کی وجہ پوچھ رہا ہوں۔

☆ چنانچہ ان کے اہل خانہ نے ان کو بتایا کہ میں ان میں دو باتیں بڑی عجیب دیکھیں، ایک تو یہ کہ ان کے دل میں اللہ رب العزت کا احترام بہت تھا، یہاں تک کہ جب یہ لوہا کوٹ رہے ہوتے تھے اور ہتھوڑا مارنے کیلئے سر سے اوپر اٹھاتے، اگر عین اس وقت اذان کی آواز ''اللہ اکبر'' آتی تو یہ اسی وقت ہتھوڑے کو نیچے رکھ دیتے تھے کہ اب میرے پروردگار نے بلالیا ہے، اب میں پہلے اس کا حکم پورا کرتا ہوں۔

☆ دوسرا یہ کہ جب یہ تھکے ہوئے گھر آتے تھے اور رات کو دیکھتے تھے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی چھت کے اوپر عبادت کرتے ہیں تو یہ حسرت اور افسوس کے ساتھ سرد آہیں بھرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں کیا کروں میرے بچے زیادہ ہیں، اگر

میں کام نہیں کروں گا تو ان بچوں کے لئے کیسے انتظام ہوگا؟ اگر میری پیٹھ ہلکی ہوتی، مجھ پر بچوں کا یہ بوجھ نہ ہوتا اور میں وقت فارغ کر سکتا تو میں بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح راتیں گذارتا۔

وہ محدث فرمانے لگے: ہاں! ان کا یہ عمل ایسا تھا کہ اس کے دل کے اخلاص کی وجہ سے رب کریم نے جنت میں اسے وہی درجہ عطا فرما دیا جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا۔

اس سے پتہ چلا کہ انسان ایک عمل خود تو نہیں کر سکتا، لیکن اس عمل کے کرنے کی تمنا تو دل میں رکھ سکتا ہے، نا! ہم نیک تو نہیں بن سکے مگر تمنا تو رکھ سکتے ہیں، نا! ہم سر سے لے کر پاؤں تک اللہ رب العزت کی شریعت کے مطابق نہیں بن سکے، لیکن تمنا تو رکھ سکتے ہیں، تو نیت کر لینے سے بسا اوقات انسان کو وہ نعمتیں مل جاتی ہیں وجو عمل پر اس کو نہیں ملا کرتیں۔

نیت پر بھی نیکی و برائی مرتب ہوتی ہے

اگر کوئی آدمی سینکڑوں برائیاں کرتا ہے تو اس کو اس کا گناہ ملے گا ہی لیکن ایک دوسرا شخص جوان برائیوں پر قادر نہیں مگر اسکے دل میں اس بات کی خواہش اور ہوس ہے کہ اگر میں فلاں کی طرح ہوتا تو میں بھی عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا اور رنگ رلیوں میں اپنی زندگی کے قیمتی اوقات گنواتا تو جتنا گناہ اس برائی کرنے والے کو ملتا ہے اتنا ہی گناہ اس ارادہ کرنے والے کو بھی ملے گا۔ اس لئے مومن کو کبھی بھی برا اور غلط ارادہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص برائی پر قدرت رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو برائی سے روکے رکھے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بہت محبوب ہے اور اگر کوئی لاچار و مجبور آدمی گناہ سے باز رہے تو یہ کوئی کمال نہیں کوئی

اندھی عورت یہ کہے کہ میں نے کبھی زندگی میں کسی نامحرم مرد پر نگاہ نہیں ڈالی کبھی فلم نہیں دیکھا تو یہ کونسا کمال ہے جب وہ قادر ہی نہیں کسی کو دیکھنے پر تو کیسے دیکھ سکتی ہے؟

گذشتہ امت کے ایک شخص کا واقعہ

گذشتہ امتوں میں ایک بڑا مالدار صاحب ثروت شخص تھا بڑے عیش وعشرت اور رنگ رلیوں زندگی بسر کرتا تھا اس نے ایک خاتون کو جو بڑی نیک اور پارسا تھیں بارہا لالچ وغیرہ دے کر برائی پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ نیک خاتون کبھی اس کے پھندے میں نہ آئیں۔ بالآخر وہ مانوس ہو گیا پھر ایک مرتبہ حالات نے اس عورت کو مجبور کر دیا کئی لوگوں کا قرضہ اس کے ذمہ تھا اور بار بار ان لوگوں نے تقاضہ کیا تو اسی مالدار کے پاس پیسے کی غرض سے گئیں تو اس نے کہا کہ جتنا پیسہ تمہیں چاہئے لے لو مگر ایک رات میرے ساتھ تم کو گذارنا ہوگا۔ مجبوری کی بنیاد پر انہوں نے ہاں کہہ دیا اور رات میں آنے کا وعدہ کیا اس مالدار نے جتنا پیسہ مانگا دیدیا اور اس خوشی میں کہ آج وہ عورت آئے گی گھر کو خوب سجایا وہ عورت وعدے کے موافق قرض خواہوں کو پیسے دے کر رات کو مالدار کے پاس آئی اور کہا کہ تمہیں جو کچھ کرنا ہے بعد میں کرنا پہلے میری ایک بات سن لو اس نے کہا سناؤ اس عورت نے کہا کہ آج تم ایک گناہ کے کرنے پر قادر ہو مگر یاد رکھو کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سامنے ہوں گے اور ساری دنیا کے اولین وآخرین کا اجتماع ہوگا وہاں ہم دونوں کو اس گناہ کی وجہ سے کتنی رسوائی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اس مالدا کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے غلط فعل سے توبہ کر لی اور کہنے لگا کہ میں نے اتنے گناہ زندگی میں کئے مگر کبھی اللہ کا خوف میرے دل میں نہیں آیا اور یہ عورت ایک مرتبہ گناہ کرنے کے لئے تیار نہیں اور اس قدر اس کو اللہ کا خوف اور ڈر ہے۔ الغرض اس نے سارے گناہوں سے توبہ

کر لی اور اسی وقت اس کا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو حکم دیا کہ میرا ایک محبوب بندہ انتقال کر گیا ہے۔ جایئے اس کی تجہیز وتکفین کیجئے تو نبی علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ یہ بندہ تو بڑا گنہگار ہے وہ تیرا محبوب کیسے بن گیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بندے نے گناہ پر قدرت رکھتے ہوئے بھی اپنے آپ کو گناہ سے روکے رکھا۔

الغرض اللہ تعالیٰ کی رحمت معافی ومغفرت کیلئے بہانہ ڈھونڈھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اسلام قیامت تک پرکشش رہے گا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ”اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ“. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ معلمات، اور سامعین عظام، ہم جس مذہب کے پیروکار ہیں اس سے بہتر کوئی مذہب نہیں اس کی تعلیمات اور احکام فطرت انسانی کے تقاضوں کے عین موافق ہیں اگر آدمی خالی الذہن ہو کر اسلام کا مطالعہ کرے تو اس کی عمدہ تعلیم اور اچھے اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اتنا پرکشش اور جاذب مذہب ہے کہ عصبیت کا چشمہ نکال کر پڑھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور کیوں نہ ہو جب

کہ یہی آخری اور دائمی مذہب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. آج میں نے تمہارے لئے تہارے دین کو کامل و مکمل کر دیا اور تمہارے لئے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔ اور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبیوں کی آمد پر مہر لگ چکی ہے اب تا قیامت کوئی نبی و رسول نیا دین اور نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا اس لئے مذہب اسلام کو پرکشش ہونا ہی چاہئے پوری ملت اسلامیہ کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اسلام کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے ہر دور میں کوشش ہوتی رہی اور دشمنان اسلام نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔

شعر

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

دشمنان اسلام کی ساری سازشیں ملیامیٹ ہو گئیں اور وہ خود بھی صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گئے لیکن اسلام کی تعلیمات اور احکام آج بھی اسی طرح زندہ ہیں جیسے کہ چودہ سو سال پہلے تھے اگر کمی ہے تو ہمارے اندر ہے کہ احکام اسلام پر اس طرح عامل نہیں ہیں جیسے کہ ہونا چاہئے۔

ایک پرنسپل کا قبول اسلام

”دہلی پبلک اسکول کی ایک اہم شاخ کے پرنسپل کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے دوسرے لوازمات کے علاوہ ایک لاکھ روپئے سے زیادہ تنخواہ پانے والے شخص کو دہلی ریلوے اسٹیشن پر قلی کی نماز کی ادائیگی نے بہت متاثر کیا اور ان کے اندر

اسلام کے سلسلے میں جستجو پیدا ہوئی۔ تحقیق اور مطالعے کے بعد مسلمان ہوگیا۔ انہوں نے خود اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ میں ایک روز احمد آباد میل سے دہلی واپس آیا۔ ٹرین چند گھنٹے تاخیر سے پہنچی۔ میں نے دیکھا کہ اسٹیشن پر بہت سے قلی ایک طرف جارہے ہیں، مجھے مزدوروں کے حقوق سے ہمیشہ ہمدردی رہی ہے۔ خیال آیا کہ شاید کوئی ہڑتال ہورہی ہے۔ شاید میں ان کی کچھ مدد کرسکوں۔ سامنے دیکھا کہ وہ ایک جگہ سے خالی لوٹے اٹھا کر چلے، پانی بھر کر وہ ہاتھ منہ دھونے لگے، دو بجے دوپہر کے وقت ابھی ہاتھ منہ دھونے کی کیا ضرورت پیش آئی، میں سوچتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ سبھی قلی بہت سلیقے سے ہاتھ پاؤں دھورہے ہیں اور خوب رگڑ رگڑ کر انگلیوں کے بیچ سے بھی صفائی کررہے ہیں۔

میں حیرت میں تھا کہ ایک متعین جگہ انہوں نے چٹائیاں بچھائیں۔ ایک چھوٹی چٹائی آگے بچھائی گئی اور ایک قلی آگے کھڑا ہوگیا اور باقی سب لائنوں میں بہت سلیقے سے کھڑے ہوگئے اور بہت باریکی سے اپنی لائنوں کو سیدھا کیا۔ آگے والے قلی نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ باندھ لئے۔ سب لوگوں نے ساتھ ساتھ ہاتھ باندھ لئے۔ اس نے تھوڑی دیر میں اللہ اکبر کہا اور جھک گیا فوراً سارے قلی جھک گئے، پھر کھڑے ہوئے اور انتہائی تربیت یافتہ فوجیوں کی طرح دیر تر کھڑے ہوتے رہے اور جھکتے رہے اور زمین پر سجدہ میں گرتے رہے۔ میں اس نظم اور ڈسپلن کو دیکھ کر حیران ہوا۔ معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ یہ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں اور ہر مسلمان کو پانچ وقت اسی طرح نماز پڑھنا ضروری ہے۔ میرا دل بہت متاثر ہوا۔ میرے ذہن میں آیا کہ بھاڑ ڈھونے والی جاہل قوم میں یہ ڈسپلن اور نظم جس مذہب نے پیدا کیا مجھے اسے پڑھنا چاہیئے۔ میں اردو بازار گیا اور انگریزی اور ہندی میں اسلام کے سلسلے میں جو کتاب مجھے ملی۔ لے آیا اور مطالعہ شروع کیا۔ یہ کتابیں پڑھنے

کے بعد میں اسلام سے بہت متاثر ہوا۔ مجھے اسلام کو سمجھنے کے لئے قرآن شریف کو پڑھنے کا تقاضہ ہوا۔ قرآن شریف نے میرے دل ودماغ کے دروازے کھول دیئے اور میں نے فیصلہ کیا کہ نجات کے لئے مجھے اسلام قبول کرنا چاہیئے“۔

(ماہنامہ النور، باڈی پورہ، کشمیر، نومبر ۲۰۱۰ء، بحوالہ رمضان، ص ۶۳-۶۲)

اسلام ہی غالب رہے گا

ایسے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں کہ لوگ اسلام کی طرف کشاں کشاں چلے آتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ. دشمنان اسلام یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کئے بغیر نہیں رہیں گے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو یا پوری دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں اور ان کے ماننے والوں کی ایک معتد بہ تعداد بھی ہے لیکن وہ سب کے سب غلط اور باطل ہیں خواہ یہودیت ہو یا نصرانیت، مجوسیت ہو یا ہندومت یا کوئی اور مذہب لیکن نجات دہندہ مذہب صرف اسلام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِيْ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. (رواہ مسلم)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت کا جو بھی کوئی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے تو وہ جہنمیوں میں ہوگا۔ اس حدیث پاک میں اللہ کے رسول اکرم ﷺ نے یہودی اور نصرانی کو ذکر فرمایا تو یہ مثال کے طور پر ہے ورنہ رہتی

دنیا تک کے لئے یہ اصول وضابطہ ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کی بعثت کی خبر پائے خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہے اس کے لئے مذہب اسلام کی اتباع و پیروی لازم اورضروری ہے اگر ایمان نہیں لا رہا ہے اور اسی حال میں انتقال ہو جاتا ہے تو آخرت میں اس کے نجات کی کوئی شکل نہیں بلکہ خُلُوْدُ فِی النَّار اس کے لئے مقدر ہوگا۔

یہودیت اور عیسائیت دونوں آسمانی مذہب ہیں اور ایک زمانہ تھا جب کہ یہ مذہب حق تھے اور آخرت میں نجات پانے کے لئے اسی مذہب کی پیروی کرنی ضروری تھی لیکن آخری اور دائمی مذہب کے طور پر صرف اسلام ہی ہے۔ اس لئے اب ہر ایک کے لئے کامیابی اسی میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ . اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائی محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم کو پیار کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کریگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اللہ ورسول سے سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَاذْكُرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ. اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

صدر معلمات پیاری ماؤں اور بہنو! آج کی اس مجلس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بعض قیمتی نصائح کا ذکر کرنا ہے۔ جو انہوں نے اپنے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ

دین نام ہے خیر خواہی کا۔ آدمی سے جس قدر ہو سکے خیر خواہی کرے حدیث میں ہے کہ ہر ایک ساتھ خیر خواہی کرے اللہ کے ساتھ اس کے رسول کے ساتھ اور عام مومنین کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے اس کے سوا کسی کی پوجا و پرستش نہ کرے کسی غیر کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ آپ سے محبت رکھتے آپ کی سنتوں کو زندہ کرے اور عام مومنین کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ دینی اور دنیوی معلومات میں جس چیز کے اندر کسی مسلمان کی بھلائی سمجھے اس میں اس کی رہنمائی کرے یہ اس کیلئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ اور جو ثواب کرنے والے کو ملے گا وہی ثواب رہنمائی کرنے والے کو بھی ملے گا۔ ارشاد نبوی ہے۔ **الدال لعی الخیر کفاعلہ** نیکی پر رہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والی طرح ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد رشید حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو چند قیمتی نصیحتیں کیں، جو لوگوں کے لئے سرمۂ بصیرت اور مشعلِ راہ ہیں، جن کے اندر مفید ہدایات اور رہنمائیاں ہیں اور جنہیں بروئے کار لاکر انسان معراج کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ حضرت امام صاحب نے اپنے شاگرد رشید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: (۱) اولاً علم حاصل کرو، پھر حلال مال جمع کر کے شادی کرو، کیوں کہ اگر تم تعلیم کے وقت میں مال کی طلب میں لگ جاؤ گے تو علم حاصل نہ کر پاؤ گے، اور مال کی وجہ سے تحصیل علم سے پہلے دنیا میں مشغول ہو جاؤ گے، لہٰذا تمہارا وقت برباد ہوگا، اولاد کی کثرت ہو جائے گی۔ جس کی وجہ سے علم کو چھوڑ کر ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، لہٰذا اپنی جوانی اور فارغ البالی کے وقت علم میں مشغول رہو۔ پھر مال جمع کرو، کیوں کہ آل اولاد کی کثرت سے دل پراگندہ ہو جاتا ہے۔ (۲) عامی اور بازاری لوگوں میں سے اگر کوئی تم سے بحث و مباحثہ کرے تو اس

سے مت الجھو، کیوں کہ اس کی وجہ سے تمہارا رعب و مرتبہ ختم ہو جائے گا۔ (۳) لوگوں سے زیادہ عبادت کرو، کیوں کہ عام لوگ جب تمہارے اندر عبادت میں رغبت کی زیادتی نہیں دیکھیں گے تو یہ سمجھ لیں گے کہ علم سے کچھ فائدہ نہیں، اس لئے کہ علم نے بھی اتنا ہی فائدہ دیا جتنا کہ ان کے جہل نے۔ (۴) اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق جلوت و خلوت میں یکساں ہونا چاہئے۔ (۵) زیادہ ہنسنے سے بچو، کیوں کہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (۶) اطمینان و سکون کے ساتھ چلو۔ (۷) کام میں جلد بازی نہ کرو، (۸) جب بات کرو تو نہ ہی چیخو نہ آواز بلند کرو، (۹) نماز کے بعد اوراد و وظائف کا معمول بنالو، جس میں قرآن کریم کی تلاوت، ذکر و شکر باری تعالیٰ کا اہتمام کرو، (۱۰) لوگوں کی غلطیوں کی ٹوہ میں نہ رہو، بلکہ ان کی درستگی اور اچھائی کو تلاش کرو، جب کسی انسان کی برائی کو جان لو تو اس کا تذکرہ مت کرو، بلکہ اسکی بھلائی کو تلاش کر کے اسکا تذکرہ کرو، اور جب دین کے معاملہ میں کسی نامناسب بات کو دیکھو تو اس کو کہہ دو اور کسی کے جاہ و رتبہ کی پرواہ مت کرو، اللہ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔ (۱۱) موت کو یاد کرو (۱۲) اساتذہ و مشائخ کے لئے استغفار کرو، (۱۳) لوگوں کے بھید کو ظاہر نہ کرو، (۱۴) جو کوئی تم سے کسی معاملہ میں مشورہ طلب کرے اسے ایسا مشورہ دو جو قربِ خداوندی کا باعث ہو۔ (۱۵) ہر حال میں سفید کپڑے پہننے کی کوشش کرو۔ (۱۶) باہمت بنو، کیوں کہ جس کا عزم و حوصلہ پست ہو گیا، اسے کوئی مقام نہیں ملا، (۱۷) جب راستہ چلو تو دائیں بائیں متوجہ مت کرو۔

پوری خلافت اسلامیہ کے قاضی القضاۃ

یہ نصیحتیں صرف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہی کیلئے کارآمد اور مفید نہیں ہیں بلکہ ہر طبقہ کے انسان کیلئے یہ نصیحتیں فائدہ مند ہوں گی۔ اور عقل مند آدمی وہی شخص ہے جو

نصیحت حاصل کرے خواہ کسی جگہ مل جائے۔ اور حکمت تو مومن کی گم شدہ چیز ہے جس جگہ پا جائے وہی زیادہ حقدار ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ محبت تھی ان کی تعلیم وتربیت امام صاحب نے کی بلکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی معاشی ذمہ داری بھی امام صاحب نے ہی سنبھالی۔ ایک امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ماں نے امام صاحب سے شکایت کی کہ میرے بیٹے کو آپ نے خراب کر دیا۔ اس تعلیم سے اس کو کیا فائدہ حاصل ہوگا جا کر کام کرتا تو کچھ پیسے ملتے اور گھر کا خرچ چلتا تیرا بیٹا ایک زمانہ میں روغنِ پستہ سے بنا فالودہ کھائے گا چنانچہ وہ دور بھی آیا کہ خلیفہ ہارون رشید کے عروج کا زمانہ تھا اور اسکی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ایک دفعہ بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور دار السلطنت بغداد میں نہیں برسا تو ہارون رشید نے بادل کو مخاطب کر کے فرمایا۔ **امطری حیثت شیئت فسیئا تینی خراجک۔** اے بادل تو چاہے جہاں برس لیکن تیری بارش کی بوند سے پیدا ہونیوالا جو غلہ ہے اس کا خراج تو میرے پاس آئے گا ہی، اتنی بڑی حکومت وسلطنت تھی اور اس کے قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

ایک مرتبہ ہارون رشید کے دربار میں دسترخوان پر کھانے کیلئے کوئی چیز رکھی گئی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا یہ کیا چیز ہے تو ہارون رشید نے کہا کہ روغن پستہ سے بنا فالودہ ہے۔ اسوقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ ہارون رشید نے پوچھا کیا بات ہے کیوں رو رہے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میرے استاد محترم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ایک زمانہ آئے گا جب تو روغن پستہ سے بنا فالودہ کھائے گا اس وقت میرے وہم وگمان میں یہ بات نہ تھی مگر آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور کھا رہا ہوں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تین جلیل القدر شاگرد

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک دنیا میں جو پھیلا ان کے تین شاگردوں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ یہ تینوں اپنے دور کے بڑے امام تھے لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو پھیلانے میں اپنی زندگی صرف کر دی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی کتابیں لکھ دیں کہ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے اور انکی کتابیں اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں ایک یہودی نے جب انکی کتابیں دیکھیں تو اسلام قبول کر لیا اور یہ کہا کہ جب اس محمد کی کتاب کا یہ عالم ہے تو بڑے محمد یعنی نبی اکرم ﷺ کی کتاب کا کیا عالم ہوگا آج فقہ کی جو کتابیں ہمارے سامنے موجود ہیں وہ سب انہیں اماموں کی مرہون منت اور انہیں کی محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہے اور انہوں نے قرآن واحادیث سے مسائل استنباط کر کے ہمارے سامنے رکھدیئے اگر ان حضرات نے اتنی محنتیں نہ کی ہوتیں تو ہمارے لئے دین کے کسی حکم پر عمل کرنے کیلئے بڑی دشواری پیش آتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہم ضلالت وگمراہی کے عمیق غار میں چلے جاتے جہاں سے نکلنے کی کوئی شکل نہ ہوتی اس لئے ان بزرگوں کے ہم پر بڑے احسانات کی وجہ سے ہمارا فریضہ اور ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کیلئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ اللہ ہم سب کو بزرگوں سے عقیدت ومحبت عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

مغربی معاشرہ ذہنی بیمار

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. ”يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا“. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

خواتین اسلام صدر معلمات پیاری ماؤں اور بہنو! آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں یہ بہت پر پیچ دور ہے اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے ایک ایک حکم کو مٹانے کی کوشش میں ہیں اور بڑی ہی ہوشیاری اور چالاکی سے اس مہم میں کامیاب ہوتے جارہے ہیں۔ چنانچہ حجاب اور پردے ہی کو لے لیجئے جو ایک باحیا عورت کی علامت اورنشانی ہے یورپی ممالک میں کس طرح پابندیاں عائد ہورہی ہیں۔

> فرانس، جرمنی، بشمول برطانیہ میں حجاب پہننے والی خواتین کے خلاف فتنہ انگیزی کی مہم پورے زوروں پر ہے، فرانس نے حجاب پر مکمل طور پر پابندی نافذ کردی ہے، خلاف ورزی کی صورت میں بھاری جرمانہ بھی عائد کیا جائے گا، اب دوسرے ممالک میں بھی اس کا سائرن بجنے لگا ہے، یورپ کو کبھی مسجد کے مینار برداشت نہیں ہوتے تو کبھی مسلم خواتین کا پردہ۔

میناروں پر پابندی کا جواز یہ تلاش کیا گیا کہ یہ ایک مذہبی اور مخصوص فرقہ کی علامت ہیں، اور اس سے بے جا شان وشوکت اور طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے، اذان سے متعلق یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ گردے کے مریض کو متاثر کرتی ہے، اور اس سے فضائی آلودگی کے بڑھنے کے امکانات زیادہ ہیں حالانکہ یہ عقل بند لوگ ہیں اسلام کا مطالعہ کرکے نماز کے فائدے معلوم کریں، اب رہ گیا پردہ تو اس کے متعلق کہنا ہے کہ ”امن عالم“ کے قیام کیلئے اور ”حقوق نسواں“ کی حفاظت کیلئے اس پر پابندی ضروری ہے، کیونکہ یہ غلامی کی علامت ہے اور مسلم خواتین پر کھلا ظلم ہے۔ حیرت ہے اس فہم وفراست اور عقل ودانش پر اگر عورتوں پر ظلم ہی ہے تو عورتیں کیوں اسے پسند کرتی ہیں دراصل یہ لوگ چاہتے ہیں کہ کوئی بھی عورت باحیا زندگی نہ گذار سکے۔

حجاب کے تئیں مغرب کا رویہ

مغرب کے رویے سے ایسا لگتا ہے کہ القاعدہ کے بعد اب اس کو سب سے زیادہ خطرہ عورتوں کے حجاب سے ہے، اسی لئے اکثر مغربی ممالک اس پر پابندی کی راہ ہموار کررہے ہیں، فرانس میں حجاب کے خلاف مہم کا اغاز تقریباً سات سال قبل اس وقت ہوا تھا جب یاک شیراک اس کے صدر تھے، دسمبر ۲۰۰۳ء میں فرانس کے

اسکولوں میں ہیئر اسکارف پر پابندی کی تجویز ایک طرح کا امتحان تھا، جس نے وہاں بسنے والے تقریباً ۴۰ لاکھ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا۔

صدر نکولس سرکوزی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کی نگاہ میں حجاب ہمیشہ کھٹکتا رہا ہے، ان کی حکومت نے تقریباً چھ ماہ قبل ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جو ۳۲ ارکان پر مشتمل تھی، اس کمیٹی نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ملک کے سبھی پبلک مقامات بشمول ہسپتال اور اسکولوں میں حجاب پر مکمل پابندی عائد کردی جائے، حکومت فرانس کا کہنا ہے کہ جن عورتوں نے برقعہ کا استعمال کیا ان کے شوہروں کو ملک کی شہریت سے محروم ہونا پڑے گا، فرانس کے وزیر انصاف نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ مسلم خواتین کے برقعہ پہننے سے عام فرانسیسی خواتین سے ان کی تفریق ہوتی ہے، اس امتیاز کے خاتمہ کے لئے حجاب پر پابندی لگانا ضروری ہے۔

اسکے علاوہ جرمنی کے دو صوبوں میں پہلے سے ہی حجاب پر پابندی ہے، وہاں اسکول، دفاتر اور تمام پبلک مقامات پر حجاب کا استعمال ممنوع ہے۔ بلجیم میں تقریباً چھ لاکھ تیس ہزار مسلان آباد ہیں، لیکن وہاں کی حکومت نے انکے جذبات کی پرواہ کئے بغیر حجاب کو خلاف قانون جرم قرار دیا۔ تف ہے ایسی جمہوریت پر جہاں ہر ایک کو اپنے مذہبی امور پر عمل کرنے کیلئے دشواریاں پیش آرہی ہوں، اسلام مخالف ممالک جس طرح چاہتے ہیں اپنے منشاو مرضی کے موافق قانون بنالیتے ہیں اور ہر ایک کے اوپر اسکولاگو کرتے ہیں خواہ مسلمانوں کے دین و مذہب کو کتنا ہی خطرہ لاحق ہو۔

پردے سے اس قدر دشمنی

اسلام دشمن ممالک کو ایسی کوئی چیز برداشت نہیں جس سے مسلمانوں کی ملی شناخت قائم ہوتی ہو حجاب کے نام پر مسلم طالبات کو اسکولوں اور کالجوں سے دور

رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حتی کہ سروں پر اسکارف پہننے یا دوپٹہ اوڑھنے پر بھی اعتراض ہے، اسپین میں ایک طالبہ کو اسکول سے اس لئے نکال دیا گیا کہ وہ حجاب پہن کر کلاس روم آئی تھی۔

جرمن کے قصبہ ڈرسڈن میں ایک مصری خاتون ماورا الشربینی کو قتل کردیا گیا، اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ اس نے حجاب پہن کر اپنی نسوانیت کو سربازار رسوا نہیں کیا تھا! جرمن حکومت نے اس واقعہ کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی! لیکن یہی حادثہ اگر کسی یہودی عورت کے ساتھ ہوتا تو مغربی میڈیا طوفان برپا کردیتا، اور پورا ملک سکتہ میں آجاتا! لیکن یہ واقعہ ایک مسلم خاتون کے ساتھ پیش آیا، کیونکہ وہ بے حیا نہیں بننا چاہتی تھی!!

مغربی ممالک میں پردے کے تعلق سے جو کچھ پابندیاں عائد ہورہی ہیں یقیناً قابل افسوس ہے مگر اس میں ہماری بھی غلطی ہے آج مسلم معاشرے میں پردے کا وہ رواج اور چلن نہیں ہے جو ہونا چاہئے نوجوان دوشیزائیں بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں جب ہم ہی اسلام کے احکام کو توڑیں گے تو کیا دشمن اس پر عمل کرے گا؟

مغرب کے رویہ پر مسلم حکمرانوں کیذمہ داری

مغربی ممالک میں اسلام پسندی، اور اسلامی شناخت سے کس قدر نفرت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فرانس کی تقریباً ۷۰ فیصد آبادی حجاب کے خلاف ہے، اسپین میں ۶۵ فیصد، اٹلی میں ۶۳ فیصد، برطانیہ میں ۵۳ فیصد اور جرمنی میں ۵۰ فیصد۔

حجاب پر پابندی دراصل بے حیائی کے قائلین کی نفسیاتی تسکین کا سامان ہے، کم سے کم لباس کا قائل مغربی معاشرہ ایسی مسلم عورت کو قطعاً برداشت نہیں کرسکتا جس

کی جسمانی ساخت اور شکل وصورت کی رنگت اور بناوٹ پوشیدہ ہو، یہ انکی بیمار ذہنیت کا ثبوت ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ عفت وحیا اور پاکدامنی کا ان کے یہاں کوئی تصور ہی نہیں، عائلی نظام بالکل تباہ ہو چکا ہے، زنا اور فحاشی ترقی یافتہ ہونے کی علامت ہے۔

ایسے وقت میں ضروری ہے کہ مسلم ممالک اپنے ملک میں پردے کو خواہ کوئی قوم ہو کسی مذہب سے تعلق رکھتا لازم اور ضروری قرار دیں۔ دشمنان اسلام کا دندان شکن جواب یہی ہے چند مسلم ممالک اگر اس فارمولہ پر عمل کرلیں تو پردے کے تعلق سے سارے مسائل حل ہو جائیں لیکن مسلم ممالک کے جو سربراہ ہیں ان کے گھروں میں خود پردے کا نظم نہیں وہ دوسروں کو کیا اس کا پابند بنائیں گے۔ خود ان کے ممالک میں اسلامی احکام توڑے جاتے ہیں لیکن ان کی پیشانی پر بل نہیں پڑتا، اللہ سمجھ عطا فرئے اور اسلام کے ایک ایک حکم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

محبت اور ایثار کا پیکر بنئے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ”یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْکَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ“. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

صدر عالی وقار، قابل صد احترام معلمات! اس وقت میں نے آپ تمام کے سامنے قرآن کریم کی آیت پاک کا ایک حصہ پڑھا ہے اس میں انصار مدینہ کی منقبت بیان کی گئی ہے کہ ان پر کیسے ہی حالات کیوں نہ پیش آئیں صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مہاجرین کو اپنے اوپر فوقیت اور ترجیح دیتے ہیں یہ بہت بڑی قربانی ہے کہ آدمی خود پریشان ہو تنگدستی کا شکار ہو فقر وفاقہ سے دوچار ہو ایسی حالت میں

بجائے خود کو دیکھنے کے دوسروں کی طرف نظر رکھے خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھانا کھلانا خود پیاس کو برداشت کر کے دوسروں کو پانی پلانا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ صحابہ کرام جیسی پاکباز ہستیوں اور مقدس جماعتوں نے سب کر کے دکھا دیا اور اسلام کا عملی نمونہ اور عمدہ تصویر لوگوں کے سامنے پیش کر دی اور لوگوں کے لئے راہبری اور رہنمائی کا اہم فریضہ انجام دیا۔ آج ہر صحابی کا عمل ہمارے نمونہ عملی ہے اور کسی ایک پیروی منزل مقصود کا بتا دینے کے لئے کافی ہے صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْم فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ رات کی اندھیریوں میں روشنی اور چمکدار ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کا ہاتھ بھی پکڑ لو گے مراد پاؤ گے یہ بڑی ہی مقدس ومحترم ہستیاں ہیں جن پر اسلام بھی فخر کرے گا ہم تک دین کو صحیح صحیح پہونچانے کا ذریعہ اور وسیلہ صحابہ کرام ہیں اس لئے ان کا احترام ہمارا دینی وملی فریضہ ہے اللہ ان کی قبروں کو نور سے منور فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اس وقت ایثار ومحبت سے متعلق چند احادیث آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ایثار وقربانی کی عظیم مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’مومن تو الفت ومحبت کا مرکز ہے اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسرے سے الفت ومحبت نہیں کرتا اور دوسرے اس سے الفت ومحبت نہیں کرتے‘‘۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑا دکھی فقیر ہوں، مجھے بھوک بہت ستا رہی ہے، آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس

کہلا بھیجا کہ اگر کوئی چیز ہو تو ایک ایسے حاجت مند کے لئے بھیج دو وہاں سے جواب ملا کہ ’’قسم اس ذات کی! جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے ہمارے پاس اس وقت کھانے، پینے کی کوئی چیز پانی کے سوا نہیں ہے۔ پھر آپ نے کسی دوسرے گھر میں کہلا بھیجا، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ اس وقت پانی کے سوا کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں نہیں ہے۔ اپنے سب گھر والوں سے جواب ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس مجلس میں بیٹھے ہوئے صحابہ کرام سے پوچھا تم میں سے کوئی اس بندہ کو مہمان بنا سکتا ہے؟ اس پر اللہ کی خاص رحمت ہوگی۔ انصار میں سے ابو طلحہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے خدا کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میں اپنا مہمان بناتا ہوں۔ چنانچہ وہ اس حاجتمند شخص کو اپنے گھر لے گئے اور بیوی سے کہا (اس وقت ایک مہمان کے لئے) کیا تمہارے یہاں کچھ ہے؟ خاتون خانہ نے جواب دیا کہ بس اپنے بچوں کا کھانا ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے اور آپ کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں۔

حضرت ابو طلحہ نے کہا تو پھر ایسا کرو کہ ان بچوں کو کسی طریقے سے بہلا، پھسلا کر بلا کھلائے سلا دو اور جب ہمارا مہمان گھر میں آجائے تو (اپنے طرز عمل سے) اس پر یہ ظاہر کرو اور ایسا مظاہرہ کرنا کہ اس کے ساتھ ہم بھی کھائیں گے۔ پھر جب وہ کھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے اور کھانا شروع کر دے تو تم چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے چاغ کے پاس چلی جانا اور اس کو بجھا دینا تا کہ گھر میں ادھیرا ہو جائے اور مہمان یہ نہ سیکھ سکے کہ ہم اس کے ساتھ کھا رہے ہیں کہ نہیں۔ چنانچہ بیوی نے ایسی ہی کیا، پس بیٹھے تو سب لیکن کھانا صرف مہمان ہی نے کھایا ان دونوں میاں بیوی نے بھوکے ہی رہ کر رات گذاری پھر جب صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کا اور ان کی بیوی کا نام

لے ان کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے فلاں بندے اور فلاں بندی کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ باری تعالیٰ اس عمل سے بہت خوش ہیں۔ (بخاری ومسلم)

کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا ذکر خیر اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کے ذریعہ کریں رضائے خداوندی کا پروانہ ان کو اسی دنیا ہی میں مل گیا یہ سب صرف ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دینے کے نہیں ہیں بلکہ عمل کی نیت سے سنیں تاکہ فائدہ ہو۔ اس لئے علم برائے علم غیر مفید ہے کسی چیز کو محض لینا کافی نہیں ہے بلکہ اپنی عملی زندگی اس کے مطابق ہونا چاہئے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. اے ایمان والو! کیوں ایسی باتوں کا حکم کرتے ہو جس کو خود نہیں کرتے۔

تاریخ میں ایسے ایثار کی مثال نہیں ملتی

ایثار وقربانی ہمدردی وخیر خواہی انسانیت کا زیور ہے انسان بلند اخلاق کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے آپ ﷺ پر کیسے کیسے حالات آئے لیکن صبر واستقامت کے کوہ ہمالہ تھے ہمیشہ بلند اخلاق کا عملی نمونہ پیش کیا اور اسلام اسی اخلاق عالیہ کے ذریعہ ہی پھیلا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

ایک دفعہ کسی صحابیہ نے آپ ﷺ کو ایک لنگی ہدیہ میں پیش کی کسی صحابی نے کہہ دیا کہ کتنی اچھی لنگی ہے۔ آپ ﷺ نے فوراً وہ لنگی اتار کر ان صاحب کے حوالے کردی۔ ایک غزوہ میں شدت پیاس کی وجہ سے کئی صحابی نے دم توڑ دیا مگر اپنے پیاسے بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا ایک صحابی کے یہاں بکری کا سر ہدیہ میں آیا

یہ سوچ کر کہ فلاں صاحب مجھ سے زیادہ حاجت مند ہیں وہ سر ان کو دیدیا دوسرے صحابی نے بھی یہی سوچ کر تیسرے کے گھر بھیجدیا بالآخر وہ سر پہلے صحابی کے گھر پہونچا جنہوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ اگر یہی ذہن اور مزاج بن جائے تو کیسے ممکن ہے لڑائی جھگڑے اور آئے دن کے تنازعات پیدا ہوں بلکہ آپس میں پیار محبت اور امن وسلامتی کا ماحول ہوگا۔ ضرورت آج اس بات کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں ایک بات عرض کر کے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

انسان کو عام طور پر اور خاص طور پر مسلمانوں کو اُنس ومحبت اور الفت کا پیکر ہونا چاہئے۔ اور ہمدردی ومحبت اور دکھیارے کے کام آنا ایثار وخلوص کے ساتھ یہ شیوہ ہونا چاہئے۔ یہ جذبۂ قربانی اور اجر آخرت پر یقین کامل کے بعد پیدا ہوجاتا ہے اس سے پورے معاشرے کو آرام وراحت ملتا ہے۔ ہر شخص میں یہ جذبہ اگر عام ہوجائے تو دکھ کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور عالم انسانیت کے بہت سے مسائل خود بخود حل ہوسکتے ہیں۔

بال بچوں کو بھوکا رکھ کر کسی کو لقمہ کھلانا بہت دل گردے کا کام ہے۔ صحابی رسول حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل ایثار وقربانی سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ پہلے خود کو کوشش کرنی چاہئے کہ ضرورت مندی کے کام آئیں اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنے قریب تر لوگوں سے مدد لینے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہئے۔ بہت سے لوگوں کا یہ عمل کہ بھئی ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا تم دوسری جگہ دیکھو اس سے آپس میں الفت محبت اور بھائی چارگی قائم نہیں ہوسکتی۔

ہر شخص کو چاہئے کہ صاحب ضرورت کے خود کام آنے کی ہمت کرے اور کسی وجہ سے اس کی ضرورت پوری نہ کر پائے تو قریب کے لوگوں کو متوجہ کرے۔ ورنہ پھر دوسروں سے کہنے میں عار محسوس نہ کرے۔ مدد کا یہ عمل عمومی ہے۔ مرد عورت امیر ہو یا غریب ہر شخص ایک دوسرے کے برے وقت پر کام آنے کا ذہن بنائے رکھے۔ پتہ

نہیں کون کب کس حال میں جا پہنچے کسی کا مستقبل تو کوئی نہیں جانتا۔لوگوں کے کام آیئے بوقت ضرورت لوگ آپ کے بھی انشاءاللہ ضرور کام آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سبھی لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

رسول ﷺ کی پسند اور ہماری پسند

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترم سامعین اور صدر معلمات میری تقریر کا عنوان ہے رسول ﷺ کی پسند اور ہماری پسند۔قرآن کریم کی ایک آیت میں نے تلاوت کی ہے اس کا شان نزول قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان نہیں لاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ آیت کریمہ میں یہ فرمایا کہ اے نبی آپ فرما دیجئے اگر تم خدا کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری

اتباع و پیروی کرو اللہ تم کو پیار کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔اس لئے رسول کی اتباع و پیروی کے بغیر اور آپ علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی میں لائے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔

فیشن پرستی

مگر افسوس نوجوانوں کی زندگیوں میں، رچ بس جانے والی بری عادات میں سے ایک بری عادت، فیشن پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے، اور یہ ہمارے معاشرے کے لئے بڑے نقصان کی بات ہے، اسلام کے طور وطریق کو چھوڑ کر دوسروں کے طریقوں کے پیچھے چلنا اپنے ہاتھ سے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

جب کہ صحیح اور کامل مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے معیار کو عین سنت نبوی کے مطابق تشکیل دے، زندگی کا چاہے کوئی بھی معاملہ ہو، اٹھنے بیٹھنے سے لے کر سونے جاگنے تک، رکھانے پینے سے لے کر اوڑھنے بچھونے تک، ظاہری وضع قطع سے لے کر لباس کی صفائی ستھرائی تک، غرض ہر معاملہ سنت نبوی کے مطابق ہونا ضروری اور لازمی ہے، اب اس کے بغیر ایک مسلمان کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فیشن مکمل طور پر سنت نبوی کے خلاف ہوتے ہیں، بعض فیشن تو سنت نبوی کے مقابلے میں سراسر لغو اور حماقت پر مبنی ہوتے ہیں، بعض فیشن سخت مکروہ ہوتے ہیں، تو بعض فیشن مطلقاً حرام قطعی ہوتے ہیں۔ اور دنیا اسی فیشن کے پیچھے دوڑی جارہی ہے جس کے لئے نہ دین و مذہب کا پاس ولحاظ ہوتا ہے، نہ عزت وآبرو کی کوئی فکر بلا امتیاز مرد وعورت نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فیشن پرستی کی لعنت میں مبتلا ہوتی جارہی ہیں۔

سنت نبوی اور فیشن پرستی

داڑھی ایک اہم سنت ہے، اور شعائر اسلام میں سے ہے، لیکن داڑھی منڈانا، اور کلین شیو ہو جانا فیشن ہے، یاد رکھئے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا سنت نبوی ہے، اور ایک مشت سے پہلے داڑھی کٹوالینا یہ فیشن بھی ہے اور مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کی فیشن پرست ذہنیت سے مرعوبیت کی دلیل بھی۔ مونچھ کتروانا سنت ہے، اور خواہ مخواہ بڑی مونچھ رکھنا فیشن ہے۔ سر کو ڈھکے رکھنا (ٹوپی یا پگڑی کے ذریعہ) سنت ہے، اور ننگے سر رہنا فیشن ہے۔ ٹخنوں تک کپڑا پہننا سنت ہے، اور ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا (چاہے وہ پتلون ہو یا کوئی اور لباس) فیشن ہے، جو گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر بال رکھنا سنت ہے، اور بے دین لوگوں کی طرح بڑے بڑے بال رکھنا فیشن ہے، جو سراسر مکروہ اور حماقت ہے۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِي الْاِزَارِ فِي النَّارِ. ٹخنوں کا جو حصہ لنگی یا پائجامہ یا پینٹ کے نیچے رہیگا وہ جہنم میں جلے گا ایک دوسرے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ان اللہ تعالیٰ الا یقبل صلوٰۃ رجل سبیل ازارہ** . اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنے پائجامہ اور لنگی کو ٹخنوں سے نیچے پہنتا ہو۔ مگر ہمارا یہ حال ہے کہ دین کے ہر شعبہ میں سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہی کرتے ہیں۔

تارکِ سنت نبوی کبھی کامیاب نہیں ہوتا

غیر محرم سے پردہ کرنا واجب ہے، جس کے بارے میں قرآن وحدیث میں واضح احکام موجود ہیں، لیکن غیر محرم کے سامنے بے پردہ بلا جھجک آجانا اور بے پردگی

اورآزادی کے ساتھ بات چیت کرنا اوران کو دیکھنا فیش اور گناہ ہے۔ بیٹھ کر کھانا پینا سنت ہے، مگر کچھ لوگوں نے سنت کے خلاف کھڑے ہوکر کھانے پینے کوفیش بنالیا ہے۔عورتوں کا اپنے بالوں میں مصنوعی بال لگوانا فیشن اور گناہ ہے۔

ناخن کاٹنا اورانہیں بڑھنے نہ دینا سنت ہے، اور لمبے لمبے ناخن رکھنا فیشن ہے۔ جو جانوروں کی مشابہت بھی ہے، افسوس کہ فیشن پرستی نے ہمیں جانوروں کی صف میں لاکر کھڑا کردیا۔

فوٹو کھینچنا کھنچوانا حرام ہے، شادی وغیرہ کے موقع پر فوٹو کھینچنا فیشن ہے۔

فرش پر دسترخوان بچھا کر کھانا سنت ہے، اور میز کرسی وغیرہ پر کھانا فیشن ہے۔

فیشن پرستی کی بنیاد نفسانی خواہشات ہے، لہٰذا نفسانی خواہشات کی قباحتوں کے سلسلے میں چند اقوال عرض کرتا ہوں۔

نفس کی اتباع کرنے والا کبھی قرب الٰہی کو حاصل نہیں کرسکتا، بے شک اللہ تعالیٰ کے قرب کا قریب ترین راستہ نفسانی خواہشات پر قابو پانا اوراس کی مخالفت کرنا ہے۔ حدیث شریف میں نفس وخواہش کی اتباع کرنے والے کو بیوقوف قرار دیا گیا ہے۔ اور نفس عموماً برائیوں ہی کا حکم کرتا ہے اس سے کبھی خیر کی توقع اور امید نہیں رکھنا چاہیئے۔

چار سمندر

سمندر چار ہیں: خواہشات گناہوں کا سمندر ہے، نفس انسانی خواہشات کا سمندر ہے، موت عمروں کا سمندر ہے، اور قبر ندامت کا سمندر ہے۔

کفر کی بنیاد نفسانی خواہشات کی اطاعت ہے، کیوں کہ نفس کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں، وہ ہروقت اسلام کی مخالفت کرتا ہے، اور اسلام کی مخالفت کفر ہے۔

تمام اعمال کا مغز یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جائے، بلکہ اس کو پابند کیا جائے۔

نفس کو کبھی ایسا موقع نہ دیا جائے اور نہ ایسے اسباب پیدا ہونے دیئے جائیں کہ جس سے اس کو شرارت کا موقع میسر آئے، نفس وہ بلا ہے جس نے بڑوں بڑوں کے زہد وتقویٰ اور تقدس کو ذرا سی دیر میں خاک میں ملادیا، اس کو کبھی مردہ مت سمجھو، کیوں کہ اسباب ومواقع کا منتظر رہتا ہے۔ اس لئے نفس سے کسی حال میں مطمئن نہیں رہنا چاہیئے۔ نفس کے جال سے وہی شخص بچ سکتا ہے۔ رحمت الٰہی جس کی دستگیری فرمائے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ. بے شک نفس برائی ہی کا حکم کرتا مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔ صوفیہ فرماتے ہیں اگر نفس فرشتہ بھی ہوجائے تو بھی اس سے مطمئن نہیں رہنا چاہیئے، ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا جیسے ہی کسی وقت غافل پائے فوراً ہی ڈس لے گا۔

نفس ظالم تو شیطان سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کیوں کہ شیطان کو رحمٰن کا نافرمان نفس ہی نے تو بنایا اوراسی نفس کی وجہ سے شیطان ہلاک ہوا۔ جب بندہ نفس کے قابو میں آجاتا ہے تو وہ نفس کا غلام بن جاتا ہے اور نفسانی خواہشات اس کی معبود وحاکم ہوتی ہیں، اوراسی حالت میں شیطان اس نفس کے غلام کو سرکشی اور گمراہی میں ڈال دیتا ہے، بالآخر وہ شخص اللہ تعالیٰ کے مبغوض بندوں میں سے بن جاتا ہے۔

اصلاح باطن کا طریقہ

ایک بزرگ کا قول ہے: کہ میں اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتا ہوں، اے نفس! اگر تو عبادت کرتا ہے تو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرورنہ اس کا دیا ہوا رزق کھانا چھوڑ دے۔ (مثالی نوجوان)

نفس کی اصلاح اسی وقت ہوسکتی ہے جب بندہ اپنے آپ کوکسی پیرومرشد کے حوالے کردے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدے اس کے بتائے ہوئے اصولوں کو پابندی سے اپنائے اوراس زمانہ میں جب کہ ہرطرف سے اسلام پر یلغار ہورہی ہے نفس وشیطان کےلوگ بندے بنے جارہے ہیں۔اصلاح ظاہروباطن کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کواسلام کی ایک ایک سنت پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اسلام مردہ زندگی میں
حیات پیدا کرتا ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْد فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. ”اَلْاِسْلَامَ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى“

سامعین عظام اورعزیزہ طالبات اس دہریت لادینی اورفرقہ پرستی کے پر آشوب دور میں جبکہ ہرچہارطرف سے دشمنان اسلام حملہ کررہے ہیں اور اَلْكُفْرُ مِلَّةً وَّاحِدَةً کفرتوایک مذہب ہےخواہ یہودیت ہویانصرانیت، مجوسیت ہویاہندومت یا اسلام کےعلاوہ کوئی بھی مذہب ہوسب کےسب کافرہیں اوراسی کفرکی بنیاد پرگویاہم

مذہب ہیں آپس میں چاہے کتنے ہی اختلاف کیوں نہ کریں لیکن اسلام اور مسلمانوں سے مقابلہ کی بات آئے تو سب کے سب متحد ہو جاتے ہیں۔ یہی مطلب ہے اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کا لیکن دشمنان اسلام کی سازشوں اور وسیسہ کاریوں کی وجہ سے اسلام کا کوئی مال بیکا نہیں ہو سکتا۔

یہ سب جانتے ہیں کہ اسلام کے لئے جس زمانہ کا ماحول وفضا بالکل اجنبی وناسازگار تھی۔ اسلام کی آواز ایک نامانوس آواز تھی، لوگ وحشت وبربریت، عیش وعشرت، شراب وکباب، طاؤس ورباب کی جو زندگی گذار رہے تھے اس میں کوئی قدغن لگانا، اور یہ کہنا کہ اپنی خواہشات ونفس پرستی کے اس پنجرے سے باہر نکلو، انسانیت وخوشناسی کی کھلی فضا میں سانس لو، اوہام وخرافات کے گورکھ دھندوں کے پھندوں کو کاٹ دو اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر کے آزادانہ اس راہ پر چلو جس پر چلنے کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو، بڑے دل وجگر کا کام تھا۔

امت کی فکر

حبیب پاک ﷺ یاس وقنوطیت کے اس ماحول میں وحشی درندہ صفت انسانوں کو اللہ کا پیغام پہونچا رہے تھے مصائب ومشکلات کے اس طوفان بلاخیز میں ضلالت وگمراہی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ایمان کی روشنی میں لا رہے تھے اور اس کیلئے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے تھے کہ کسی طرح لوگ اللہ کے پیغام کو قبول کرلیں اس کیلئے حد سے زیادہ فکرمند ہیں، کڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ عَلٰی آثَارِهِمْ اِنْ لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا. ایسا لگتا ہیکہ آپ اپنے کو انکے پیچھے ہلاک کر ڈالیں گے افسوس کی وجہ سے اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ لوگ حد سے زیادہ بے اعتنائی برت رہے ہیں۔

لیکن حدیث پاک کے مطابق اسلام کا آغاز اسی مسافرانہ بے کسی میں ہوا، مشہور عربی ادیب ومفکر مصطفیٰ صادق الرافعی کی تعبیر میں اللہ کے رسول ﷺ عربوں کے سامنے اس طرح اسلام کو پیش کر رہے تھے جیسے وحشی اور جنگلی لوگوں کو سونا پیش کیا جائے اور وہ اس سونے کو اس سے زیادہ کچھ نہ سمجھیں کہ یہ ایک چمکدار چیز ہے بس اس کی اور کوئی قیمت نہیں۔ یہ ان کے کسی کام کا نہیں حالانکہ سونا ہی وہ دھات ہے جس پر سارے انسانی کاروبار اور لین دین کا انحصار ہے، اہل عرب اس کی عداوت اور احمقانہ مخالفت پر تلے رہے اور آپ کی دعوت کو قصہ کہانی کا درجہ دیتے رہے وہ اسلام سے اس قدر متوحش تھے اور دور بھاگتے تھے جیسے کسی دمہ کے مریض کو کوئی طبیب یہ علاج بتائے کہ تم شدید سردی کی رات میں کھلی فضا میں لیٹ کر ستاروں کی کرنوں سے اپنے سینے کو سینکو تو تمہارا یہ مرض دور ہو جائے گا، عربوں کا یہی حال تھا کہ وہ اسلام کو اس طبیب ناداں کے مشورے کا درجہ دے رہے تھے اور اس سے دور بھاگ رہے تھے، بھاگ ہی نہیں رہے تھے بلکہ اسلام کی دعوت دینے والے کو مار اور ستا بھی رہے تھے، اس پر ایمان لانے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے، ایسا کہ سننے اور دیکھنے والے کا جگر شق ہو لیکن ہوا کیا؟ جب داعی اسلام اور آپ کے جانباز صحابہ آزمائش کی اس کٹھن گھڑی میں ثابت قدم رہے، امتحان وآزمائش کے ان شدید ترین لمحات کو گلے سے لگایا اور قرآن کریم کی تعبیر میں:

هُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا (احزاب/۱۱)

وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے وہ اس امتحان میں کھرے نکلے اور بول اٹھے:

"قَالُوْ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا" (احزاب:۲۱) کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے

پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی۔

مسلمانوں پر ظلم وستم

الغرض جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور جن غلام اور باندیوں نے اسلام قبول کیا ان کو اور بھی زیادہ ظلم وستم کی چکی میں پیسا جاتا تھا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ان کا آقا امیہ بن خلف سخت اذیتیں دیا کرتا تھا تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا تا کہ حرکت بھی نہ کرسکیں۔ یا تکلیف سے تنگ آکر اسلام چھوڑ بیٹھیں۔ مگر قربان جایئے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے عزم استقلال پر کہ تکلیف دینے والے تھک جاتے ہیں کبھی ابوجہل کی باری آتی ہے کبھی امیہ بن خلف کی۔ لیکن زبان سے احد احد کی صدا لگ رہی ہے کہ اللہ ایک اللہ ایک، اسی طرح حضرت عمار انکے والد یاسر انکی والدہ سمیہ یہ چھوٹا سا پورا خاندان ظلم وستم کی چکی میں پس رہا تھا۔ حضرت سمیہؓ نے تو اسلام کی خاطر جان عزیز بھی قربان کردی ایسے بہت سے مرد وخواتین ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر تکلیفیں برداشت کیں اور کتنوں نے اپنی جان عزیز کو بھی قربان کردیا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا انہیں لوگوں کی قربانیوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ اسلام صحیح شکل وصورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ انکا زندگی کا مقصد ہی اسلام کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔

اسلام کی تعلیمات ہر دور میں مُسلَّم

ان جانباز صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عشق ومستی نے یہ اثر دکھایا کہ لوگوں کی آنکھیں کھلنے لگیں اور چند برسوں میں دنیا کے بڑے حصہ میں اسلام کی روح پرور ہوائیں

چلنے لگیں۔ جس کا اعتراف خود یورپین مصنفین نے مختلف انداز بیان میں کیا ہے یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جس کو دنیا کا کوئی مؤرخ جھٹلا نہیں سکتا، اس چشمۂ حیواں سے دنیائے انسانیت کیسے سیراب ہوئی، اس نے دنیائے انسانیت میں کیسے گل بوٹے کھلائے اس کا انکار عین نصف النہار کے وقت سورج کے وجود کا انکار ہے، لیکن آج کل کہیں زیادہ اس آواز کو دبانے بلکہ نیست ونابود کردینے کی سازشیں کی جارہی ہیں، منصوبے اور پلان بنائے جارہے ہیں، کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اس آواز کی تاثیر ختم ہوگئی؟ کیا اس نے اپنی قوت وطاقت کھودی؟ کیا اب اس میں انسانوں کے لئے فلاح وبہبود کا کوئی پیغام نہ رہا؟ ایسا نہیں! یہ ایک خدائی آواز تھی جو انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے واسطے قیامت تک کے لئے آئی تھی، اس میں وہی آب وتاب اب بھی باقی ہے، اور باقی رہے گی۔ اگر کوئی کمی اور کمزوری پیدا ہوئی ہے تو وہ اس کو لے کر چلنے والوں میں پیدا ہوئی ہے، زمانہ کتنی ہی کروٹیں بدلے، ایجادات واختراعات کے میدان میں خواہ کتنا ہی انقلاب آجائے، لیکن اسلام کی حقانیت اور پورے عالم انسانیت کے لئے اس میں فلاح وبہبود کی جو صلاحیت رکھ دی گئی ہے اس میں کوئی کمی نہیں آسکتی پھر یہ کیسی ناقدری ہے کہ اس پر ایمان وعقیدہ رکھنے والوں ہی کی ایک تعداد مغرب کے سحر سامری کا شکار ہوکر اور جدید تہذیب وتغیر زمانہ سے متاثر ہوکر اس کی افادیت سے انکار کرنے لگے۔

اسلام کو اپنوں نے زیادہ نقصان پہونچایا

مسلمان اپنے ہاتھوں اسلام کو نقصان پہونچارہے ہیں ضرورت ہے آج اس بات کی کہ اسلامیات کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تا کہ اس کی افادیت نظروں کے سامنے رہے اور دنیا کے اندر ہونے والی چکا چوند ترقیاں اس کو متاثر نہ کرسکیں اور

دلائل وبراہین کی روشنی میں اسلام کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں اور آوازوں کو دبا سکے۔اور اسلام کا دفاع کر سکے کیونکہ آج اس کی بڑی سخت ضرورت ہے۔الحمد للہ اسلام تاریخ کے ہر دور میں غالب رہا ہے اور رہے گا۔ اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی اسلام غالب ہی رہے گا مغلوب نہیں ہوسکتا ہے۔مسلمانوں خاص کر علماء کی ذمہ داری ہے کہ اسلام کی صحیح صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اس سلسلہ میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ بالکل نہ کریں اور نہ ہی کسی سے مرعوب وخوف زدہ ہوں، اللہ اپنے دین کی مدد کرنیوالوں کو یکا وتنہا نہیں چھوڑے گا۔اور دوسروں کے ہاتھوں ان کو ذلیل ورسوا نہیں کرے گا۔اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ ۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ ہم سب کو اپنی رضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم

آج کے نوجوانوں کیلئے نمونہ عمل

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ. مُحْسِنِیْنَ غَیْرَ مُصَافِحِیْنَ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ "مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَ فَلْیَتَزَوَّجْ". صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترم خواتین میری پیاری پیاری ماؤں اور بہنو، اور قابل احترام معلمات آج کی اس مجلس میں مدرسۂ نبوت کے فیض یافتہ چند نوجوانوں کا ذکر کرنا ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی تربیت فرمائی اور کس طرح اس کے نتائج

مرتب ہوئے جو آنے والی نوجوان نسلوں کے لئے نمونہ عمل ہے۔ اسی تعلیم وتربیت کی اتباع وپیروی کر کے راہ راست پر آسکتے ہیں۔ جب نوجوانوں میں سدھار آجائے تو پوری قوم وملت میں سدھار اور بہتری آسکتی ہے اور جس ملک کا نوجوان اٹھتا ہے اور خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور قوم وملک کا درد اور فکر اپنے اندر لئے ہوتا ہے تو وہ ملک ترقی کے راہ پر گامزن ہوتا ہے نوجوانوں کے اندر بہت سے جذبات اور امنگیں انگڑائیاں لیتی ہیں۔ ایسے وقت میں ہوش وخرد سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ نوجوانوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے کسی فارسی شاعر نے کہا ہے:

درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبر ست
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

"جوانی میں توبہ کرنا پیغمبر کا طریقہ ہے کیونکہ بڑھاپے کے وقت ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار ہو جاتا ہے۔"

نوجوان حدیث کی روشنی میں: نوجوان ابلتی اور جوش مارتی ہوئی زندگی سے بھرپور طاقت ہوتا ہے، اسکے رگ وریشہ میں جوش عمل کی بجلی سی دوڑ رہی ہوتی ہے، اور اپنے مقصد کو وہی حاصل کر پاتا ہے جو اپنے رب سے ڈرتا، اور تقویٰ اختیار کرتا ہے، اسلئے آپ ﷺ جوانی کی عمر اس کی نزاکت اور اسکے دوررس اثرات وخطرات کو اچھی طرح سمجھتے تھے، لہٰذا اس کے علاج ومداوی کیلئے فکر مندر ہتے تھے۔ کیوں کہ نوجوان ہی قوم کا سرمایہ اور اساس ہیں۔ جس قوم کا نوجوان بیدار ہے وہ قوم ترقی کے منازل طے کرے گی اور جب نوجوان غلط راستے پر لگ گیا تو وہ قوم بھی ترقی نہیں کرسکتی نوجوانوں کے اندر ہمت وجرأت مصائب ومشکلات اور مشقتوں کے برداشت کرنے کی بے پناہ قوت ہوتی ہے انہیں چیزوں کو صحیح رخ پر ڈھالنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کی ہر لائن سے تعلیم وتربیت کر کے آراستہ وپیراستہ کردیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اور اسود کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا، عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کچھ نوجوان حضور ﷺ کے ساتھ تھے ہمیں کچھ ملتا ہی نہیں تھا، آپ ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرلے۔ شادی نگاہوں کو نیچی اور زنا سے بہت محفوظ رکھنے والی ہے اور جو شخص شادی نہ کرسکتا ہو اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے کہ روزہ ڈھال ہے۔ (بخاری)

عرش کے سایہ میں کون ہوگا

ایک دفعہ کچھ صحابہ کرام نے خصی کرانے کی اجازت چاہی یعنی غربت اور افلاس کی وجہ سے شادی نہیں کرسکتے تو خصی کرالیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور اس کی بہتر صورت یہ تجویز فرمائی کہ روزہ رکھا کرو خواہشات پر کنٹرول بھی ہوگا۔ اور مفت کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔ اور جب اللہ وسعت عطا فرمائے تو شادی بھی کرسکتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ جس دن کوئی اور سایہ نہ ہوگا، ان میں ایک عادل بادشاہ ہے، دوسرا ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی عبادت میں گزاری ہو۔ (بخاری) آپ ﷺ نے عمر بن ابی سلمہ سے فرمایا: اے پیارے بچے بسم اللہ کرو، اور داہنے ہاتھ سے کھانا کھاؤ، اور دسترخوان پر اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری) اور آپ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے پیارے بچے تو اللہ کا خیال رکھ یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ ہو اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کو یاد رکھ جیسا کہ یاد رکھنا چاہئے، اس کو تو اپنے سامنے پائے گا۔ (ترمذی)

انسان کے اوپر تین دور گذرتا ہے

کتنا جامع ہے یہ کلام اگر آدمی ان نصیحتوں پر عمل کرلے تو ہر برائی سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے، انسانی زندگی تین مراحل سے گذرتی ہے ۔ بچپن، جوانی، بوڑھاپا، تعلیم وتربیت کا زمانہ بچپن ہی سے ہے۔ بچوں کی تربیت جس انداز پر ہوگی بچے اسی روش پر چلیں گے، جوانی میں مختلف امنگیں ہوتی ہیں جوش وجذبہ اسکے ذہن ودماغ میں بھرا ہوتا ہے اسلئے اس وقت اپنے نفس کو قابو رکھنا بہت ضروری ہے ایسے ہی وقت کی عبادتیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں مگر آدمی ایسے وقت میں جوانی کے جوش میں ہوتا ہے اور دنیا کی رنگ رلیوں میں مست رہتا ہے احکام شرع کی پابندی کا ذرا بھی احساس اور خیال نہیں رہتا ہے کتنے تو شراب وکباب، کھیل تماشہ اور نہ معلوم کتنی قسم کی برائیوں میں مبتلا ہوکر اپنی آخرت کو برباد کرنے پر تلے ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کی تربیت نے ان کے عقل ودل پر نمایاں اور کھلا ہوا اثر ڈالا تھا، حضرت مالک اس شخص کے حوالہ سے کہتے ہیں جس نیان سے بیان کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہر ہر چیز میں حضور ﷺ کی اتباع کرتے تھے ۔ آپ ﷺ کے حالات اور معمولات غرض ایک ایک چیز پر ایسے حریص تھے اور اس کی فکر کرتے تھے کہ اس اہتمام کے سبب اندیشہ ہوتا کہ کہیں آپ کی عقل ودماغ پر اس کا اثر نہ پڑے، حضرت نافع سے پوچھا گیا کہ گھر کے اندر ابن عمر کا کیا معمول ہوتا تھا؟ تو فرمایا کہ بھائی وہ جو کرتے تھے تمہارے بس کی بات نہیں، وہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے، وضو اور نماز کے درمیان تلاوت میں مصروف ہوتے اگر کبھی ان کی عشاء کی جماعت چھوٹ جاتی تو پھر رات کا باقی حصہ نوافل ہی میں گزار دیتے ، یہ تھے وہ نوجوان جو مدرسۂ نبوت کے فیض یافتہ تھے۔

اس میں شبہ نہیں کہ باطل کے مقابلے میں جوش وجذبے سے بھرپور نوجوان ایک خدائی طاقت ہے، جو طاقت بھلائی اور خیر ہی کی طرف چلتی ہے، پوری ہمت وثبات قدمی کے ساتھ وہ اپنا راستہ حق ہی کی طرف بناتی ہے اس لئے حضور ﷺ نے ان کی طرف خصوصی توجہ کی۔

اتباع سنت کا نام دین ہے

ایک دفعہ چند صحابہ کرام آپ ﷺ کے گھر تشریف لائے۔ اتفاق سے آپ علیہ السلام موجود نہ تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ علیہ السلام کا معمول دریافت کیا، پھر آپس میں کہنے لگے کہ آپ علیہ السلام تو بخشے بخشائے ہیں تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کرونگا، دوسرے کہا کہ میں رات بھر عبادتیں کیا کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ جب آپ علیہ السلام گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے ان لوگوں سے جاکر فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف کرتا ہوں لیکن میں شادی بھی کرتا ہوں رات میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، ہر ہر موقعے پر آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام کی رہنمائی فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری اصل دین وشریعت ہے عبادت کا شوق پورا کرلینا دین نہیں ہے اسی لئے قرآن نے صاف صاف اعلان فرمادیا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں بہتر پیروی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

گھر کا سکون

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. اِنَّ مَنْ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ.

خواتین اسلام سامعین عظام صدر معلمات!

آج عموماً لوگوں کو شادی کرنے اور گھر بسانے کے بعد یہی شکایت رہتی ہے کہ سکون میسر نہیں جبکہ اصل سکون شادی کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ازدواجی زندگی پرسکون نہیں ہے۔

خوشیاں کیسے حاصل ہوں؟

ازدواجی زندگی کس طرح پرسکون ہو، اس عنوان پر آج بات کریں گے مستورات ان باتوں کو دل کی آنکھوں سے پڑھیں، اور عمل کی نیت سے سنیں۔ آپ خود تجربہ کریں گی کہ گھروں کے اندر ان اصولوں پر عمل کرنے کی وجہ سے خوشیاں آئیں گی۔ جو میاں بیوی سالہا سال سے ایک دوسرے کے ساتھ اجنبیت والی زندگی گذار رہے ہیں، ان کو آپس میں محبت کی زندگی نصیب ہو جائے گی، جس طرح بیوی چاہتی ہے کہ میرا شوہر بدل جائے اسی طرح شوہر بھی چاہتا ہے کہ میری بیوی بھی بدل جائے، اچھی بن جائے، آج بات کریں گے کہ بیوی کیسے اچھی بن سکتی ہے، جب بیوی اچھی بن جائے گی تو پھر خاوندوں کو بھی اصول وضوابط بتائیں گے جو شریعت نے بتائے ہیں۔

محسن انسانیت فخر موجودات حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاق برتاؤ بہت اچھا ہو اور خاص کر بیوی کے ساتھ جس کا رویہ لطف ومحبت کا ہو۔

خاوند کی نافرمان رب کی نافرمان

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو عورت اپنے خاوند کی نافرمان ہوتی ہے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی بلکہ اس کی نماز اس کے سر سے اوپر اٹھائی ہی نہیں جاتی۔ جب تک کہ وہ اپنے خاوند کے پاس لوٹ نہ آئے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بیویاں جو جھگڑے کرتی ہیں، بات بات پر میکے بھاگتی ہیں، خاوند سے ہم کلامی بند کر دیتی ہیں۔ مختلف طریقوں سے خاوند کو اپنے

تحت لانے کی کوششیں کرتی ہیں، یہ نافرمان بیویاں ہیں، اگر یہ اللہ جل شانہٗ کی عبادت بھی کریں گی تو ان کی نمازیں ان کے سروں سے اوپر اٹھائی ہی نہیں جاتیں۔ جب تک کہ یہ اپنے شوہر کو راضی نہ کرلیں۔

اللہ رب العزت نے مرد وعوت کے حقوق اور ذمہ داریاں سونپی ہیں عورت اپنے دائرے میں رہ کر شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری اور خدمت کو سرمایۂ سعادت سمجھے اور مرد عورت کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے حقوق کو بجالائے۔

گھر کی بربادی

اکثر بیویاں اپنے گھروں کو خوشیوں سے آباد کرتی ہیں، مگر کہیں کہیں ایسی ضدی طبیعت کی بیویاں بھی ہوتی ہیں جن کے اندر انانیت ہوتی ہے، ہٹ دھرمی ہوتی ہے، چھوٹی چھوٹی بات کا بتنگڑ بنالیتی ہیں اور اس وجہ سے وہ اپنی زندگی بھی برباد کرلیتی ہیں اور اپنے خاوند کی زندگی کو بھی برباد کردیتی ہیں۔

کئی بیویوں کو شوق ہوتا ہے کہ اپنے خاوند کو رعب میں رکھیں اس سے بڑھ کر اور بیوقوفی کیا ہوگی؟ خاوند خاوند ہوتا ہے، اور بیوی بیوی...... خاوند کو اس طرح رعب میں رکھنے کی تمنا کرنا جس طرح ماں بیٹے کو رکھتی ہے، یہ بڑی بیوقوفی ہے، خاوند کو جب اللہ پاک نے عزت دی تو بیوی کو چاہئے کہ وہ بھی عزت اور اکرام کے ساتھ رہے۔ کئی عورتوں کو تو خاوند کی ڈانٹ ڈپٹ سے ہی فرصت نہیں ہوتی، اگر لکھی پڑھی ہیں، عقلمند اور سمجھدار ہیں، یا مال میں برتر ہیں تو بس ان کو خاوند کو ڈانٹنے ہی میں مزہ آتا ہے۔ یہی چیز گھر کی بربادی کا سبب بنتی ہے اور ایسی بیوی سے خاوند جان چھڑا کر خوش ہوتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس عورت کا اس حال میں انتقال ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔ اور شوہر کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا حق مرد پر اس کی ماں کا ہے اور سب سے زیادہ حق عورت پر اس کے شوہر کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ماں باپ سے بھی زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے۔

میاں بیوی کیسے رہیں.......؟

شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ میاں بیوی آپس میں محبت و پیار کی زندگی گذاریں، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں نے نکاح کیا، آپ نے فرمایا کہ تم نے کس سے نکاح کیا، انہوں نے بتایا کہ ایک بیوہ عورت سے..... تو آپ نے فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا کہ تم کسی کنواری سے نکاح کرتے۔ وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے...... یہ جو فقرہ ہے کہ وہ تم سے کھیلتی تم اس سے کھیلتے..... اس سے مراد یہ ہے کہ شریعت اس چیز کو پسند کرتی ہے کہ میاں بیوی آپس میں پیار و محبت کی زندگی گذاریں، اگر آپس میں ہنسی مذاق کریں تو وہ بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت کمسن تھیں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی اور جب حضور ﷺ تشریف لاتے تو ان کی سہیلیاں ادباً باہر چلی جاتی تھیں، تو نبی کریم ﷺ کھیل کو برقرار رکھنے کی اجازت فرمادیا کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ دو مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ بھی کیا یہ کس درجہ الفت و محبت ہے بیوی کے ساتھ میاں بیوی کا خوشی خوشی زندگی گذارنا بھی عبادت ہے۔

گیارہ عورتیں

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں اکٹھی ہوئیں، چونکہ عرب میں پانی بھرنے کی جگہ دور دور سے عورتیں اپنے برتن لے آتی تھیں، اور پانی بھر کر جاتی تھیں، گیارہ نوجوان لڑکیاں اکٹھی ہوئیں، انہوں نے آپس میں طے کیا کہ آج ہم اپنے دل کی سب باتیں بتادیں گی، کچھ بھی نہیں چھپائیں گی۔ ان میں سے ہر عورت نے اپنے خاوند کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے، بالآخران میں ایک عورت تھی، ام ذرع.... اس نے اپنے خاوند ابوذرع کی خوب تعریف کی کہ اس نے مجھے کتنے سکون و پیار سے رکھا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنا کر فرمایا کہ ابوذرع جتنا ام ذرع کے لئے اچھا تھا۔ میں اس سے بھی زیادہ تمہارے لئے اچھا ہوں۔

میاں بیوی آپس میں اتنے پیار و محبت کی زندگی گذاریں کہ بیوی بات کرے تو خاوند کی تعریف کرتے نہ تھکے، اور خاوند کی نظر اٹھے تو بیوی کو دیکھ کر اس کا دل خوشی سے باغ باغ ہوجائے۔

خوشگوار زندگی کیلئے ایک عمدہ اصول

جب میاں بیوی کے اندر اس درجہ الفت و محبت ہو تو یہی نہیں کہ گھر کا سکون حاصل ہوگا بلکہ وہ گھر ہی جنت بن جائے گا اور یہ اسی وقت حاصل ہوسکتا جب کہ میاں بیوی قانون سے بڑھ کر عمدہ اخلاق کو پیش کریں اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے بجائے دوسرے کے حقوق کے بجا آوری کی فکر کریں۔ آج کل میاں بیوی میں نزاع کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی بجا آوری کی فکر

نہیں کرتے۔ میاں بیوی کا رشتہ بہت گہرا اور مضبوط رشتہ ہے۔ پوری زندگی کے ساتھی ہیں ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، رہنا سہنا تو بہت ممکن ہے کہ کسی بات پر دونوں میں کبھی ناچاقی پیدا ہوجائے تو عقلمندی یہ نہیں ہے کہ اس کو بڑھا دیا جائے اور شیطان کو خوش کیا جائے۔ بلکہ صلح صفائی کر کے تعلقات کو خوشگوار بنائیں اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی اور بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احکام اسلام پر پابندی سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

''خواتین کیلئے اصلاحی تقاریر'' تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .